فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں　محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا　خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

اِسلام اَور اِس مُلک کے دُوسرے مَذاہب

پر

حضرت مجدد الوقت امام الزمان مسیح موعود جناب میرزا غلام احمد صاحب

رئیس قادیان کا لیکچر

جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا

اور جسکو

انجمن فرقانیہ لاہور کیلئے

میاں معراج الدین عمر جنرل کنٹریکٹر و سکرٹری انجمن ہذا کو و حکیم شیخ نور محمد

منشی عالم مالک ہمدم صحت لاہور

نے

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں خلق اللہ کے فائدہ کیلئے چھپوا کر

شائع کیا

آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ - اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں۔ دعوے کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے خواہش مند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس قدر شدت کم فرصتی ہے کہ میں اُن کی اس درخواست کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لئے جانا جو عدالت میں دائر ہے ضروری ہے میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی اب جبکہ میں جانیکو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیوقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کے لئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۳ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائے گا وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام وکمال شائع کر دیں۔ حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اُس مضمون کے مقابلہ میں اوسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرا دیں اور پھر خود پبلک ان دونو مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کریگی کہ کس شخص کا مضمون راستی پر اور سچائی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے میری دانست میں یہ طریق فیصلہ اُن بدنتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آج کل زیادہ مباحثات سے متوقع ہے بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کی طرف نہیں اور نہ اُن کی نسبت کوئی تذکرہ ہے اس لئے ایسا مضمون اُن رنجشوں سے بھی برتر ہوگا۔ جو باہم مباحثات سے کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں۔ والسلام منہ

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اوّل میں اُس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ایسی پُرامن گورنمنٹ کے سایہ میں ہمیں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنے مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور دادگستری سے ہر ایک کانٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں۔

بعد اس کے۔ اے معزز سامعین اس وقت میں اُن مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور جہاں تک مجھے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کرونگا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعاً بعض انسانوں کو اُن سچائیوں کا سُننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو اُن کے عقیدہ اور مذہب کے مخالف ہوں سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دور کرسکوں۔ بہرحال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں۔

اے معزز صاحبان۔ مجھے بہت سے غور کے بعد اور نیز خدا کی متواتر وحی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اس مُلک میں مختلف فرقے بکثرت پائے جاتے ہیں اور مذہبی اختلافات ایک سیلاب کی طرح حرکت کر رہے ہیں۔ تاہم وہ امر جو اس کثرتِ اختلافات کا موجب ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کے اندر سے قوت رُوحانیت اور خداترسی کی کم ہوگئی ہے اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں

فرق کر سکتا ہے وہ قریباً بہت سے دلوں میں سے جاتا رہا ہے۔ اور دُنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے یعنے زبانوں پر تو خدا اور پرمیشر ہے اور دلوں میں ناستک مت کے خیالات بڑھتے جاتے ہیں۔ اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ عملی حالتیں جیسا کہ چاہیئے درست نہیں ہیں۔ سب کچھ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل کے رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا۔ اگر کوئی پوشیدہ راستباز ہے تو میں اُس پر کوئی حملہ نہیں کرتا مگر عام حالتیں جو ثابت ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ جس غرض کے لئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور اُس کی مخلوق کی سچی ہمدردی اور حلم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک رُوح مذہب کی ہے اُس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں۔ مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ و جدل روز بروز بڑھتے جاتے ہیں مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے مذہب کی اصلی غرض اُس سچے خدا کا پہچاننا ہے۔ جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اُس کی محبت میں اُس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اُس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دھریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اُس کا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اُس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اُس کا خوف ہوتا ہے تمام اقسام خوف اور محبت اور قدردانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے۔ کہ آج کل دُنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی پہچان کے وسائل بہت سے اُس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے

حسن و جمال پر اطلاع پاکر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے اور تا وہ قطع تعلق کی حالت
جہنم سے زیادہ سمجھے۔ یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں
ؤ ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے
س کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے
الف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور اُن خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی
ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اُس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو اس کے
اب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی
رفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف
ھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے
بڑے زور سے بہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے پس اسی
جہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مثل
شہور ہے کہ لوہے کو لوہے کے ساتھ ہی توڑ سکتے ہیں یہ امر زیادہ دلائل کا
تاج نہیں کہ قدردانی اور محبت اور خوف یہ سب امور معرفت یعنے پہچاننے سے
ی پیدا ہوتے ہیں اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں مثلاً ایک ایسا ٹکڑا ہیرے کا دیا
جائے جس کی کئی کروڑ روپیہ قیمت ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف اُس کی اُسی حد تک
قدر کریگا جیسا کہ ایک کھلونے کی قدر کرتا ہے اور اگر ایک شخص کو اُس کی لاعلمی
ی حالت میں شہد میں زہر ملا کر دیا جائے تو وہ اُسے شوق سے کھائیگا اور یہ نہیں
سمجھیگا کہ اس میں میری موت ہے کیونکہ اُس کو ایسے شہد کی معرفت نہیں۔ لیکن
تم دانستہ ایک سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈال نہیں سکتے کیونکہ تمہیں معلوم ہے
ایسے کام سے مرنے کا اندیشہ ہے ایسا ہی تم ایک ہلاہل زہر کو دیدہ و دانستہ کھا
نہیں سکتے کیونکہ تمہیں یہ معرفت حاصل ہے کہ اس زہر کے کھانے سے مر جاؤ گے

پھر کیا سبب ہے کہ اُس موت کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرتے کہ جو خدا کے حکموں کے توڑنے سے تم پر وارد ہو جائیگی۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہی سبب ہے کہ اس جگہ تمہیں ایسی معرفت بھی حاصل نہیں جیسا کہ تمہیں سانپ اور زہر کی معرفت حاصل ہے یعنے اُن چیزوں کی پہچان ہے یہ بالکل یقینی ہے اور کوئی منطق اس حکم کو توڑ نہیں سکتی کہ معرفت تامہ انسان کو اُن تمام کاموں سے روکتی ہے جن میں انسان کے جان یا مال کا نقصان ہو اور ایسے رُکنے میں انسان کسی کفارہ کا محتاج نہیں کیا یہ سچ نہیں کہ بدمعاش لوگ بھی جو جرائم کے عادی ہوتے ہیں۔ ہزاروں ایسے نفسانی جذبات سے دستکش ہو جاتے ہیں۔ جن میں وہ یقیناً جانتے ہیں۔ کہ دست بدست پکڑے جائینگے اور سخت سزائیں دیجائینگی۔ اور تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ روز روشن میں ایسے دوکانوں کے لوٹنے کے لئے حملہ نہیں کر سکتے جن میں ہزارہا روپے کھُلے پڑے ہیں اور اُن کے رستہ پر بیسیوں پولیس کے سپاہی ہتھیاروں کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں۔ پس کیا وہ لوگ چوری یا استحصال بالجبر سے اس لئے رُکتے ہیں۔ کہ کسی کفارہ پر اُن کو پختہ ایمان ہے۔ یا کسی صلیبی عقیدہ کا اُن کے دلوں پر رعب ہے۔ نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ پولیس کی کالی کالی وردیوں کو پہچانتے ہیں۔ اور اُن کی تلواروں کی چمک سے اُن کے دلوں پر لرزہ پڑتا ہے اور اُن کو اس بات کی معرفت تامہ حاصل ہے کہ وہ دست درازی سے ماخوذ ہو کر معاً جیلخانہ میں بھیجے جائینگے اور اس اُصول پر صرف انسان ہی نہیں۔ بلکہ حیوانات بھی پابند ہیں۔ ایک حملہ کرنے والا شیر جلتی ہوئی آگ میں اپنے تئیں نہیں ڈال سکتا۔ گو کہ اُس کے دوسری طرف ایک شکار بھی موجود ہو۔ اور ایک بھیڑیا ایسی بکری پر حملہ نہیں کر سکتا جس کے سر پر مالک اُس کا معہ ایک بھری ہوئی بندوق اور کھچی ہوئی تلوار کے کھڑا ہے۔ پس لے پیارو! یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ

کا محتاج ہے۔ نہ کسی کفارہ کا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نوح ؑ کی قوم کو وہ معرفت تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی۔ اور اگر لوط کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو اُن پر پتھر نہ برستے۔ اور اگر اس ملک کو ذات آلہی کی وہ شناخت عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی ہے تو اُس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آگئی۔ مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتی۔ اور نہ اُس کا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا ہے۔ ایمان جو کامل نہیں۔ وہ بے سود ہے۔ اور محبت جو کامل نہیں۔ وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ اور ہر یک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ کیا تُم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو۔ یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ سے سیراب ہو سکتے ہو۔ پس اے سُست ہمّتو! اور طلب حق میں کاہلو۔ تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے اُمیدوار ہو سکتے ہو۔ گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پُر کر دینا اُسی قادر توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قایم کرنا اُسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے اور قانونِ قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی۔ اُس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی۔ اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اُس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کیلئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں۔ اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں۔ جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے ایسی قربانی

کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔

اب جاننا چاہیئے کے مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے۔ اس تک پہنچایا جائے اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں۔ کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں۔ اور کہیں اس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدأ ہے تمام مخلوق کا۔ اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا۔ اور مالک ہے تمام جزا سزا کا۔ اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر

نہیں کہہ سکتے۔ کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک
چیز اُس کے ساتھ زندہ ہے۔ اُس نے ہر ایک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس
نے اُس کو اُٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اُس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اُسکے بغیر
خود بخود جی سکتی ہے وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان
اور زمین کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نور اُسی کے ہاتھ سے چمکا۔ اور اُسی کی ذات کا
پرتوہ ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی رُوح نہیں جو اُس سے پرورش نہ پاتی ہو
اور خود بخود ہو کسی رُوح کی کوئی قوت نہیں۔ جو اُس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اُس کی
رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں جیسا
کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا اور تمام ذرّات اِس
عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت
تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیا کی گئیں۔ اور یہ سب
اُس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود وجود نہ تھے۔ نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سورج
میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شُدھ کرم کے سبب سے بنائی گئی غرض یہ
وہ رحمت ہے جو انسان اور اُسکے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری
رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور اُس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف
میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر ایک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے مبرا ہے اور وہ چاہتا
ہے کہ انسان بھی اُس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو۔ اور وہ فرماتا ہے مَن کَانَ
فِی ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی یعنے جو شخص اس دُنیا میں اندھا رہیگا اور اُس ذات
بیچون کا اُس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اُس سے جدا نہیں
ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کیلئے اسی دُنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو دُنیا سے
ساتھ نہیں لیجائیگا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکیگا۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے صاف

وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ قائم ہے۔

سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اُس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اُس تعلیم کو پیش کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یعنے جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دُنیا میں اُس خُدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جنمیں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنے عمل اُسکے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ اُن کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور نا تمام ہوں اور نہ اُن میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اسکے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دیجائے اور ایسا اُن پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اُس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اُس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اُسکے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں پس اُس نے افتاں وخیزاں بہرحال اپنے تئیں اُس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبوں کو اُس چشمہ پر رکھدیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ یعنے تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اسکی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنے انادی اور اکال ہے نہ کسی چیز کے صفات اُسکی صفات کے مانند ہیں انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اُس کا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور باایں ہمہ غیر محدود ہے انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں

اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے ایسا ہی انسان کی پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں ....

....

......اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا۔ اس لئے اس کی توحید قایم نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو پھر اس سے آگے آیۃ ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدار ایمان ہے اور اعمال کے متعلق یہ آیۃ جامع قرآن شریف میں ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنے خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قایم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو یعنے ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکر یا ممنون منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے فقط اپنے طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان جتلاؤ یا سچی ہمدردی کرنے والے کے کافر نعمت بنو اور اسی آیۃ کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا

يتيماً و اسيراً انما نطعمكم لوجه الله لا نريد منكم جزاءً ولا شكوراً یعنے کامل راستباز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں۔ اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ اور نہ ہم یہہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو۔ اور پھر سزا جزا کے بارے میں فرمایا جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ یعنے بدی کا بدلہ اسیقدر بدی ہے۔ دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ اور گالی کے عوض گالی اور جو شخص معاف کر دے مگر ایسا معاف کرنا جسکا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کوئی خرابی یعنے جس کو معاف کیا گیا ہے وہ کچھ سدہر جائے اور بدی سے باز آجائے تو اس شرط سے معاف کرنا انتقام سے بہتر ہوگا اور معاف کرنے والے کو اس کا بدلہ ملے گا یہ نہیں کہ ہر ایک محل بے محل میں ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دی جائے یہ تو دور از حکمت ہے اور بعض اوقات بدوں سے نیکی کرنا ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ گویا نیکوں سے بدی کی ہے۔ اور پھر فرمایا ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم یعنے اگر کوئی تجھ سے نیکی کرے تو تو اس سے زیادہ نیکی کر اور اگر تو ایسا کریگا تو مابین تمھارے اگر کوئی عداوت بھی ہوگی تو وہ ایسی دوستی سے بدل جائیگی کہ گویا وہ شخص ایک دوست بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اور فرمایا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً۔ ولا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیراً منھم ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ و قولوا قولاً سدیداً و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔

یعنی چاہیئے کہ ایک تمھارا دوسرے کا گلہ مت کرے کیا تم پسند کرتے ہو کہ مردے بھائی کا گوشت کھاؤ اور چاہیئے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے کہ ہماری اونچی

ذات اور ان کی کم ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک تو زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ نیکی اور پرہیزگاری سے حصہ لیتا ہے۔ قوموں کا تفرقہ کچھ چیز نہیں ہے اور تم برے ناموں سے جن سے لوگ چڑتے ہیں یا اپنی ہتک سمجھتے ہیں انکو مت پکارو ورنہ خدا کے نزدیک تمھارا نام بدکار ہوگا اور بتوں سے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کہ یہ دونوں ناپاک ہیں اور جب بات کرو تو حکمت اور معقولیت سے کرو۔ اور لغو گوئی سے بچو اور چاہئے کہ تمھارے تمام اعضاء اور تمام قوتیں خدا کی تابع ہوں اور تم سب ایک ہو کر اس کی اطاعت میں لگو اور پھر ایک مقام میں فرمایا الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون۔ کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ اے لوگو جو خدا سے غافل ہو دنیا طلبی نے تمہیں غافل کیا یہاں تک کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو اور غفلت سے باز نہیں آتے یہ تمھاری غلطی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچ کر کے اپنے جہنم کو دیکھ لو اور تمھیں معلوم ہو جائے کہ تمھاری زندگی جہنمی ہے پھر اگر اس سے بڑھ کر تمھیں معرفت ہو جائے تو تم یقین کامل کی آنکھ سے دیکھ لو کہ تمھاری زندگی جہنمی ہے پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے اور ہر یک عیاشی اور بے اعتدالی سے پوچھے جاؤ گے۔ یعنے عذاب میں ماخوذ ہو کر حق الیقین تک پہنچ جاؤ گے۔ ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ محض علم اور قیاس سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کوئی دور سے دھواں دیکھے اور قیاس اور عقل کو دخل دیکر سمجھ لے کہ اس جگہ ضرور آگ ہوگی۔ اور پھر دوسری قسم یقین کی یہ ہے کہ اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ پھر تیسری قسم یقین کی یہ ہے کہ مثلاً اس آگ میں ہاتھ ڈال دے اور اس کی قوت احتراق سے مزہ چکھ لے۔ پس یہ تینوں قسمیں

ہوئیں - علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین اس آیت میں خدا تعالےٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالےٰ کے قرب اور محبت میں ہے اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر یک شخص اطلاع پالیتا ہے اور اگرچہ اس وقت اطلاع پاوے جب کہ یکدفعہ مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے - اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے - ولمن خاف مقام ربّہٖ جنّتان یعنے جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کرکے اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائیگا - گنہہ کو چھوڑتا ہے - اُس کو دو بہشت عطا ہونگے - (۱) اوّل اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو عطا کی جاویگی اور ایک پاک تبدیلی اس میں پیدا ہو جائیگی - اور خدا اس کا متولی اور متکفل ہوگا - دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائیگا - یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اسکو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کر لیا - پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے -

اِنّا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا وسعیراً - اِنّ الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافوراً - عیناً یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجرونھا تفجیراً - ویسقون فیھا کاساً کان مزاجھا زنجبیلا عیناً فیھا تسمّٰی سلسبیلا یعنے ہم نے کافروں کے لئے جو ہماری محبت دل میں نہیں رکھتے ** اور دنیا کی محبت کے ان کے پیروں میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں ترکِ خدا کا ایک طوق ہے جس سے سر اُٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے - اور دنیا کی طرف جھکے جاتے ہیں - اور دنیا کی خواہشوں کی ہر وقت ان کے دلوں میں ایک جلن ہے - مگر وہ جو نیکو کار ہیں - وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے ان کے دلوں میں سے دنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے - اور دنیا طلبی کی پیاس بجھادی ہے کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے جو ان کو عطا کیا جاتا ہے - اور وہ اس چشمہ کو پھاڑ پھاڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں - تا وہ نزدیک اور دور کے پیاسوں کو اس میں شریک کر دیں -

** اور دنیا کیطرف جھکے ہوئے ہیں - زنجیر اور طوق گردن اور دل کے جلنے کے سامان تیار کر رکھے ہیں -

اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر آجاتا ہے اور قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت
الٰہی نشوونما پانے لگتی ہے تب ان کو ایک اور شربت پلایا جاتا ہے۔ جو زنجبیلی شربت
کہلاتا ہے۔ یعنے پہلے تو وہ کافوری شربت پیتے ہیں۔ جس کا کام صرف اس قدر ہے
کہ دنیا کی محبت ان کے دلوں پر سے ٹھنڈی کردے۔ لیکن بعد اس کے وہ ایک گرم
شربت کے بھی محتاج ہیں۔ تا خدا کی محبت کی گرمی ان میں بھڑکے کیونکہ صرف بدی کا ترک
کرنا کمال نہیں ہے پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے۔ اور اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے
جس کے معنے ہیں خدا کی راہ پوچھ اور پھر ایک مقام میں فرمایا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب
من دسّٰھا یعنے نفسانی گرفتاریوں سے وہ شخص نجات پاگیا۔ اور بہشتی زندگی کا مالک ہوگیا
جس نے اپنے نفس کو پاک بنالیا۔ اور ناکام اور نامراد رہا وہ شخص جسنے اپنے نفس کو زمین
میں دھنسایا اور آسمان کی طرف رخ نہ کیا اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل
نہیں ہوسکتے۔ اس لئے جابجا قرآن شریف میں دُعا کی ترغیب دی ہے اور مجاہدہ کی
طرف رغبت دلائی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنے دعا کرو کہ میں تمہاری
دعا قبول کروں گا اور پھر فرماتا ہے واذا سألک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الداع
اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون یعنے اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ
کیونکر اسکی ہستی ثابت ہے۔ اور کیونکر سمجھا جائے۔ کہ خدا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت
ہی نزدیک ہوں۔ میں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے پکارتا ہے
تو میں اس کی آواز سنتا ہوں۔ اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے
تئیں ایسے بناویں کہ میں ان سے ہم کلام ہوسکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاویں۔ تا اُن کو
میری راہ ملے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا یعنے جو لوگ ہماری
راہ میں اور ہماری طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنی راہ
دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین یعنے اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو

دعا بھی کرو۔ اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔ کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے یہ تمام احکام وہ ہیں۔ جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہونچاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھدینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پروارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اسکے ساتھ سنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اس کو زندگی بخشتی ہے۔ اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے۔ اور وہ دقیق در دقیق نور جسکو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اسکی کنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ٥ یعنے ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے ... دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اسکی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی

دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے - جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے -

اِنّ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزّل علیھم الملآئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ التی کنتم توعدون

یعنے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہی جو جامع صفات کاملہ ہے جسکی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کتنے ہی زلزلے آویں - اور بلائیں نازل ہوں - اور موت کا سامنا ہو - اُن کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا - اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور کہتا ہے - کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو - میں تمھارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمھیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمھیں وعدہ دیا گیا تھا - پس تم اس سے خوش ہو - اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدہ نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں - درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے - جسکے سچے پیروں کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے - اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں - اور اُس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے - اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہمیں وہ راہ دکھلا - جو اُن راستبازوں کی راہ ہے - جن پر تو نے ہر یک انعام اکرام کیا ہے - یعنے جنھوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں - اور تیرے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں - اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہیں - اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہوں سے ہمیں بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ کو چھوڑ کر اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں - یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے [ح] ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے - اور خدا کی محبت

[ح] اور در حقیقت خدا کا سچا تابع اور واقعی نجات پانیوالا وہی ہو سکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اسکی ہستی پر کامل

میں محو ہو سکتا ہے پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہی اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال تک پہنچا دی اور اپنے سچے پیروں کو خدا کا ہم کلام بنا دے وہ دین منجانب اللہ نہیں اور اسمیں راستی کے روح نہیں ایسا ہی جس کسی نبی نے اس راہ کی طرف لوگوں کو نہیں چلایا۔ کہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کے طالب ہوں اور کامل معرفت کے خواہاں ہوں۔ وہ نبی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خدا پر افترا کرتا ہے کیونکہ انسان کا عظیم الشان مقصود جس سے وہ گناہوں سے نجات پا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور اس کی سزا جزا پر اس کو پورا یقین آوے مگر اس غیب الغیب خدا پر کیونکر یقین حاصل ہو۔ جب تک اُسکی طرف سے انا الموجود کی آواز نہ سُنی جاوے اور جب تک کہ انسان اس کی طرف سے کھلے کھلے نشان مشاہدہ نکرے کیونکر اس کی ہستی پر یقین کامل آوے عقلی دلایل سے خدا کے وجود کا پتہ لگانا صرف اس حد تک ہے کہ عقل سلیم زمین اور آسمان اور ان کی ترتیب ابلغ اور محکم کو دیکھ کر یہ تجویز کرتی ہے کہ ان مصنوعات پُر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر یہ دکھلا نہیں سکتے کہ فی الحقیقت صانع ہے بھی اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہیئے۔ صرف ایک خیال ہے اور ہے ایک امر واقعہ کا ثبوت ہے اور دونوں میں فرق کھلا کھلا ہے۔ یعنے پہلی صورت میں صرف ضرورت صانع بتلائی گئی ہے اور دوسری صورت میں اُس کے فی الواقع موجود ہونیکی شہادت دی جاتی ہے غرض اس زمانہ میں کہ مذاہب کی باہمی کشاکش کا ایک تند و تیز سیلاب چل رہا ہے۔ طالب حق کو اس اصل مقصود کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ مذہب وہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے۔ اور درجہ مکالمہ مخاطبہ الہیہ تک پہونچا سکتا ہے اور خدا کی ہم کلامی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور روح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی سے چھڑا سکتا ہے اور اسکے سوا سب دہوکہ دینے والے ہیں۔

اب ہم اِس ملک کے چند مذاہب پر نظر کرتے ہیں۔ کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں یقین کامل تک پہنچا سکتے ہیں اور کیا اُن کی کتابوں میں یہ وعدہ موجود ہے کہ وہ خدا کے یقینی مکالمہ سے شرف حاصل کرا سکتے ہیں اور اگر موجود ہے تو کیا اس زمانہ میں اُن میں سے کوئی اس کا مصداق پایا بھی جاتا ہے۔ یا نہیں۔ سو سب سے پہلے قابل ذکر وہ مذہب ہے جو مسیحی مذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس مذہب کے بارے میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسیحی صاحبوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ کے بعد الہام اور وحی پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب یہ نعمت آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور اب اس کے پانے کی کوئی بھی راہ نہیں۔ اور قیامت تک نومیدی ہے اور فیض کا دروازہ بند ہے۔ اور شائد یہی وجہ ہوگی کہ نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے۔ اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لیکر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو۔ اور خدا نے اپنے بیگناہ بیٹے کو مارا تا گنہگاروں کو بچاوے۔ لیکن ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اِس قسم کی مظلومانہ موت سے دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے کیونکر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے سے دوسروں کو گذشتہ گناہوں کی معافی کی سند مل سکتی ہے بلکہ اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیونکہ گناہ گار کے عوض میں بیگناہ کو پکڑنا خلاف انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی سے قتل کرنا خلاف رحم ہے اور اس حرکت سے فائدہ خاک نہیں اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اصل سبب گناہ کے سیلاب کا قلت معرفت ہے پس جب تک ایک علت موجود ہے تب تک معلول کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ علت کا وجود معلول کے وجود کو چاہتا ہے۔ اب جائے حیرت ہے کہ یہ کیسا فلسفہ ہے

کہ گناہ کرنے کی علت جو قلت معرفت باریتعالےٰ ہے ۔ وہ تو سر پر موجود کھڑی ہے مگر معلول اس کا جو ارتکاب گناہ کی حالت ہے وہ معدوم ہو گئی ہے ۔ تجربہ ہزاروں گواہ پیش کرتا ہے کہ بجز معرفت کامل کے نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی چیز کا خوف پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدر دانی ہوتی ہے ۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کسی فعل یا ترک فعل کو یا تو خوف کی وجہ سے کرتا ہے اور یا محبت کی وجہ سے ۔ اور خوف اور محبت دونوں معرفت سے پیدا ہوتی ہیں ۔ پس جب معرفت نہیں تو نہ خوف ہے اور نہ محبت ہے اے عزیزو ۔ اور پیارو اس جگہ راستی کی حمائت اس بیان کے لئے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں حضرات مسیحیوں کے ہاتھ میں کوئی امر صاف نہیں ہے ۔ وحی کے سلسلہ پر تو پہلے سے مہر لگ چکی ہے اور مسیح اور حواریوں کے بعد معجزات بھی بند ہو گئے ہیں ۔ رہا عقلی طریق ۔ سو آدم زاد کو خدا بنانے میں وہ طریق بھی ہاتھ سے گیا ۔ اور اگر گذشتہ معجزات جواب محض قصوں کے رنگ میں ہیں پیش کئے جائیں تو اول تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے اُن کی اصل حقیقت کیا ہے اور کس قدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے اتنے کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما نہ سکتے اب دیکھو کہ وہ کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سمائینگے ۔ یہ کس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟ ماسوا اس کے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات موسےٰ نبی کے معجزات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیا نبی کے نشانوں کا جب مسیحؑ کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیا کے معجزات کا پلّہ بھاری معلوم ہوتا ہے ۔ پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں ۔ اور یہ بات کہ مسیحؑ نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے یا کسی اور کتاب میں اُس کو بیٹا کہا گیا ہے ۔ ایسی تحریروں سے اُس کی

خدائی نکالنا درست نہیں +

بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے بلکہ بعض کو خدا بھی۔ پھر مسیحؑ کی تخصیص بے وجہ ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو ان کتابوں میں بجز مسیحؑ کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب نہ دیا جاتا۔ تب بھی ایسی تحریروں کو حقیقت پر حمل کرنا نادانی تھا۔ کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر جس حالت میں بائبل کے رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیحؑ کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ غرض نجات کے لئے اس منصوبہ پر بھروسہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور گناہ سے باز رہنے کو اس منصوبہ سے کوئی بھی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ دوسرے کی نجات کے لئے خودکشی کرنا خود گناہ ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیحؑ نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہودیوں نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیحؑ نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دعا کی اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ تب خدا نے بباعث اس کے تقوے کے اس کی دعا قبول کی اور اسکو صلیبی موت سے بچا لیا۔ جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے۔ پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیحؑ نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی۔ ماسوا اس کے عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور بکر کی اس سے دردسر جاتی رہے۔ ہاں ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی تھے۔ اور ان کامل بندوں میں سے تھے جنکو خدا نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ لیکن وہ الفاظ جو ان کی نسبت یا دوسرے نبیوں کی نسبت جو کتابوں میں وارد ہیں۔ ان سے نہ ان کو اور نہ کسی اور نبی کو ہم خدا بنا سکتے ہیں۔ میں ان امور میں خود صاحب تجربہ ہوں۔ اور میری نسبت خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں وہ اعزاز اور

اکرام کے لفظ موجود ہیں کہ میں نے کسی انجیل میں حضرت مسیح کے بارے میں نہیں دیکھے۔ اب میں کیا یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں حقیقت میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ رہی انجیل کی تعلیم سو میری رائے یہ ہے۔ کہ تعلیم کامل وہ ہوتی ہے جو تمام انسانی قوٰے کی پرورش کرے۔ نہ صرف یہ کہ محض ایک پہلو پر اپنا تمام زور ڈالدے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کامل تعلیم میں نے قرآن شریف میں ہی پائی ہے۔ وہ ہر ایک امر میں حق اور حکمت کی رعائت رکھتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً انجیل میں کہا گیا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے مگر قرآن شریف ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ یہ حکم ہر جاں اور ہر محل میں نہیں۔ بلکہ موقع اور محل دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ صبر کو چاہتا ہے یا انتقام کو اور عفو کو چاہتا ہے یا سزا کو۔ اب ظاہر ہے کہ یہی قرآنی تعلیم کامل ہے اور بغیر اس کی پابندی کے انسانی سلسلہ تباہ ہو جاتا ہے اور نظام دنیا بگڑ جاتا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تو شہوت کی نظر سے۔ بیگانہ عورت کی طرف مت دیکھ مگر قرآن شریف میں ہے کہ نہ تو شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورتوں کو دیکھنے کی عادت کر۔ کہ یہ سب تیرے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ چاہیئے کہ ضرورتوں کے موقعہ پر تیری آنکھ بند کے قریب ہو اور دھندلی سی ہو اور کھُلی کھُلی نظر ڈالنے سے پرہیز کر کہ یہی طریق پاک دلی کے محفوظ رکھنے کا ہے۔ اس زمانہ کے مخالف فرقے شاید اس حکم سے مخالفت کریں گے۔ کیونکہ آزادی کا نیا نیا شوق ہے مگر تجربہ صاف بتلا رہا ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ دوستو! کھُلی کھُلی بے تکلفی اور نظر بازی کے کبھی نتیجے اچھے نہیں نکلتے۔ مثلاً جس حالت میں ابھی ایک مرد نفسانی جذبات سے پاک نہیں اور نہ جوان عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے۔ تو اُن دونوں کو ملاقات اور نظر بازی اور آزادی کا موقعہ دینا گویا اُن کو اپنے ہاتھ سے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ بغیر زنا کے طلاق درست نہیں۔ مگر

قرآن شریف جائز رکھتا ہے کہ جہاں مثلاً خاوند اور عورت دونوں باہم جانی دشمن ہو جائیں اور ایک کی جان دوسرے سے خطرہ میں ہو اور یا عورت نے زنا تو نہیں کیا مگر زنا کے لوازم پیدا کر لئے ہیں اور یا اُس کو کوئی ایسی مرض ہو گئی ہے جس سے تعلق قایم رکھنے کی حالت میں خاوند کی ہلاکت ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو گیا ہے جو خاوند کی نظر میں طلاق کا موجب ہے تو ان سب صورتوں میں طلاق دینے میں خاوند پر کوئی اعتراض نہیں - اب پھر ہم اصل مقصود کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یقیناً یاد رکھو کہ حضرات مسیحیوں کے پاس نجات اور گناہ سے رُکنے کا کوئی حقیقی ذریعہ موجود نہیں - کیونکہ نجات کے بجز اس کے اور کوئی معنے نہیں کہ انسان کی ایسی حالت ہو جائے کہ گناہوں کے ارتکاب پر دلیری نہ کر سکے اور خدا تعالےٰ کی محبت اس قدر ترقی کرے کہ نفسانی محبتیں اُس پر غالب نہ آسکیں - اور ظاہر ہے کہ یہ حالت بجز معرفت تامہ کے پیدا نہیں ہو سکتی - اب جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں تو ہم اُس میں کھلے طور پر وہ وسایل پاتے ہیں جن سے خدا تعالےٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو سکے اور پھر خوف غالب ہو کر گناہوں سے رُک سکیں - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُسکی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نصیب ہو جاتا ہے اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور انسان خدا سے علم غیب پاتا ہے اور ایک محکم تعلق اُس سے پیدا ہو جاتا ہے اور دل خدا کے وصال کیلئے جوش مارتا ہے اور اسکو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتا ہے اور دعائیں قبول ہو کر اطلاع دیجاتی ہے اور ایک دریا معرفت کا جاری ہو جاتا ہے جو گناہ سے روکتا ہے اور پھر جب ہم انجیل کیطرف آتے ہیں تو گناہ سے بچنے کیلئے صرف اُسمیں ایک غیر معقول طریق پاتے ہیں جسکو ازالہ گناہ سے کچھ بھی تعلق نہیں عجیب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کی کمزوریاں تو بہت دکھلائیں اور خدائی کی کوئی خاص قوت ظاہر نہ ہوئی جو غیر سے اُنکو امتیاز دیتی تاہم وہ مسیحیوں کی نظر میں خدا کر کے مانے گئے -

اب ہم آریہ مذہب پر مختصر طور سے نظر کرتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کیلئے اُنکے مذہب میں کیا سامان پیش کیا گیا ہے پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کی وید مقدس نے سرے سے آیندہ زمانہ کیلئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے - پس وید میں سے اُس کامل تسلی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو خدا کے انا الموجود - باقی آئندہ صفحہ پر ....

باقی آئندہ صفحہ پر ....

ہونے کی آواز آوے اور خدا دعاؤں کو سن کر اُن کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ
سے اپنا چہرہ دکھاوے ایک عبث کوشش اور لاحاصل تلاش ہے بلکہ اُن کے نزدیک
یہ تمام امر محالات میں سے ہیں۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کا خوف یا محبت بغیر اُس
کی رؤیت اور کامل معرفت کے ممکن ہی نہیں۔ اور صرف مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کامل
معرفت ہو نہیں سکتی۔ اِسی وجہ سے محض عقل کے پیروؤں میں ہزاروں دہریہ اور ناستک
مت والے بھی موجود ہیں۔ بلکہ جو لوگ فلسفہ کے پورے کمال تک پہنچتے ہیں وہی ہیں
جن کو پورے دہریہ کہنا چاہئے۔ اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عقل سلیم زیادہ سے زیادہ
صرف اُس حد تک کام دے سکتی ہے کہ مصنوعات پر نظر ڈالنے سے بشرطیکہ دہریہ پن
کا رنگ اپنے اندر نہ رکھتی ہو یہ تجویز کر سکتی ہے کہ ان چیزوں کا کوئی خالق ہونا چاہئے نہ
یہ کہ وہ خالق فی الواقع موجود بھی ہے اور پھر عقل ہی اِس وہم میں گرفتار ہو سکتی ہے کہ
ممکن ہے کہ یہ سب کارخانہ خود بخود چلا آتا ہو۔ اور طبعی طور پر بعض چیزیں بعض کی خالق
ہوں۔ پس عقل اُس یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی جس کا نام معرفت تامہ ہے۔ جو
قائم مقام دیدار آلہی ہے اور جس سے کامل طور پر خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں اور
پھر خوف اور محبت کی آگ سے ہر یک قسم کا گناہ جل جاتا ہے اور نفسانی جذبات پر
موت آجاتی ہے اور ایک نورانی تبدیلی پیدا ہو کر تمام اندرونی کمزوریاں اور گناہ کی
غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں کو اُس کامل پاکیزگی کی پرواہ نہیں
ہے جو گناہ کے داغ سے بالکل مبرّا کرتی ہے اِس لئے اکثر لوگ اس ضرورت کو
محسوس کر کے اُس کی تلاش میں نہیں لگ جاتے۔ بلکہ اُلٹے تعصب سے پُر ہو کر مخالفت
ظاہر کرتے ہیں اور لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور آریہ صاحبوں کا مسلک تو
بہت ہی قابل افسوس ہے کہ وہ معرفت تامہ کے حقیقی وسیلہ سے تو قطعاً نومید ہیں
اور عقلی وسائل بھی اُن کے ہاتھ میں نہیں رہے۔ کیونکہ جب کہ اُن کے نزدیک ذرہ ذرہ

عالم کا انادی ہے جو خود بخود ہے اور کسی کے ہاتھ سے وجود پذیر نہیں ہوا۔ اور تمام
ارواح بھی مع اپنی تمام قوتوں کے انادی ہیں جن کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ۔ تو
اُن کے ہاتھ میں پرمیشر کی ہستی پر کونسی دلیل باقی رہی اور اگر کہیں کہ ذرات عالم کا باہم
جوڑنا اور روحوں کا اُن میں داخل کرنا یہ پرمیشر کا کام ہے اور یہی اُس کی ہستی پر دلیل
ہے تو یہ خیال نادرست ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات خود بخود ایسے شکتی مان
ہیں کہ قدیم سے اپنے وجود کو آپ سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں
تو کیا وہ خود بخود باہم اتصال یا انفصال نہیں کر سکتے۔ اِس بات کو کوئی قبول نہیں کریگا
کہ باوجود اس کے کہ تمام ذرّات یعنے پرمانو اپنی ہستی اور وجود میں کسی دوسرے کو محتاج نہیں
اور باوجود اِس کے کہ تمام ارواح یعنی جیو اپنی ہستی اور وجود میں اور اپنے تمام قُویٰ میں کسی
دوسرے کے محتاج نہیں مگر پھر بھی اپنے اتصال اور انفصال میں کسی دوسرے کے
محتاج ہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو ناستک مت والوں کے لئے ایک مفت کا تمسّکؔ
ہے اور اس سے ایک آریہ بہت جلد ناستک مت میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک چالاک
دہریہ ہنسی ہنسی میں اُس کو اپنے پیچ میں لا سکتا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اور رحم
بھی آتا ہے کہ آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی
پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ وہ مبدء تمام مخلوق کا نہیں اور نہ سرچشمہ تمام
فیوض کا ہے بلکہ ذرّات اور اُن کی تمام قوتیں اور ارواح اور اُن کی تمام قوتیں خود بخود ہیں
اور اُن کی فطرتیں اُس کے فیوض سے محروم ہیں پھر خود سوچ لیں کہ پرمیشر کی کیا ضرورت
ہے اور کیوں وہ مستحق پرستش ہے اور کس وجہ سے وہ سرب شکتی مان کہلاتا ہے اور کس راہ
سے اور کس طریق سے وہ شناخت کیا گیا ہے۔ کیا کوئی اِس کا جواب دے سکتا ہے۔ کاش
ہماری ہمدردی کسی دل میں اثر کرے۔ کاش کوئی شخص گوشۂ تنہائی میں بیٹھے اور ان
باتوں میں فکر کرے۔ اے قادر خدا اس قوم پر بھی رحم کر جو ہمارے پرانے ہمسایہ ہیں۔ اُن

میں سے بہت سے دل حق کی طرف پھیر دے کہ تجھے سب قدرت ہے۔ آمین ۔ یہ پہلو تو پرمیشر کے متعلق ہے۔ جس میں اس قدر اُس خالقِ بے چون کی حق تلفی ہے اور دوسرا پہلو جو آریہ مت مخلوق کے متعلق پیش کرتا ہے۔ اُن میں سے ایک تو تناسخ ہے یعنی بار بار روحوں کا طرح طرح کی جونوں میں پڑ کر دنیا میں آنا۔ اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ امر عجیب اور حیرت انگیز ہے کہ باوجود دعویٰ عقل کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ پرمیشر اس قدر سخت دل ہے کہ ایک گناہ کے عوض میں کروڑ ہا برس تک بلکہ کروڑ ہا اربوں تک سزا دیئے جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے۔ کہ اُس کے پیدا کردہ نہیں ہیں اور اُن پر اُس کا کوئی بھی حق نہیں ہے بجز اس کے کہ بار بار جونوں کے چکر میں ڈال کر دُکھ میں ڈالے۔ پھر کیوں انسانی گورنمنٹ کی طرح صرف چند سال کی سزا نہیں دیتا ظاہر ہے کہ لمبی سزا کے لئے یہ شرط ہے کہ سزا یافتوں پر کوئی لمبا حق بھی ہو مگر جس حالت میں تمام ذرّات اور ارواح خود بخود ہیں کچھ بھی اس کا اُن پر احسان نہیں بجز اس کے کہ سزا کی غرض سے طرح طرح کی جونوں میں اُن کو ڈالے۔ پھر وہ کس حق پر لمبی سزا دیتا ہے۔ دیکھو اسلام میں باوجودیکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر ایک ذرہ اور ہر یک روح کا میں ہی خالق ہوں اور تمام قوتیں ان کی میرے ہی فیض سے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی سہارے سے جیتے ہیں۔ پھر بھی وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِلّا ما شاء ربک اِنّ ربک فعال لما یرید یعنی دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہینگے لیکن نہ وہ ہمیشگی جو خدا کو ہے بلکہ دور دراز مدت کے لحاظ سے۔ پھر خدا کی رحمت دستگیر ہو گی کیونکہ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس آیت کی تصریح میں ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے اور وہ یہ ہے یاتی علے جہنم زمان لیس فیہا احد و نسیم الصبا تحرک ابوابہا یعنی جہنم پر ایک وہ زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہو گا اور نسیم صبا اُس کے کواڑوں کو ہلائیگی لیکن افسوس کہ یہ قومیں خدا تعالےٰ کو ایک ایسا چڑچڑا اور کینہ ور قرار دیتی ہیں کہ کبھی بھی اس کا غصہ فرو نہیں ہوتا اور بےشمار اربوں تک جونوں میں ڈالکر پھر بھی گناہ معاف

نہیں کرتا۔ اور یہ اعتراض صرف آریہ صاحبوں پر نہیں حضرات مسیحیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ ایک گناہ کے لئے ابدی جہنم تجویز کرتے ہیں جس کا کبھی انتہا نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ پھر جس حالت میں خدا تعالےٰ ارواح انسانی اور ان کی تمام قوتوں کا خود خالق ہے اور اُس نے آپ ہی بعض طبائع میں ایسی کمزوریاں رکھ دی ہیں کہ وہ مرتکب گناہ کی ہو جاتی ہیں اور ایک گھڑی کی طرح صرف اُس حد تک چلتی ہیں جو اُس حقیقی گھڑی ساز نے ان کے لئے مقرر کر دی ہے تو پھر وہ ضرور کسی قدر رحم کے لائق ہیں کیونکہ ان کے قصور اور کمزوریاں فقط اپنی طرف سے نہیں بلکہ اُس خالق کا بھی ان میں بہت سا دخل ہے جس نے اُن کو کمزور بنایا اور یہ کیسا انصاف ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کو سزا دینے کے لئے صرف تین دن مقرر کئے مگر دوسرے لوگوں کی سزا کا حکم ابدی ٹھہرایا جس کا کبھی بھی انتہا نہیں اور چاہا کہ وہ ہمیشہ اور ابد تک دوزخ کے تنور میں جلتے رہیں۔ کیا رحیم کریم خدا کو ایسا کرنا مناسب تھا بلکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ سزا دیتا کیونکہ وہ بوجہ خدائی قوتوں کے زیادہ سزا کا متحمل ہو سکتا تھا خدا کا بیٹا جو ہوا اس کی طاقت کے ساتھ دوسروں کی طاقت کب برابر ہو سکتی ہے جو غریب اور عاجز مخلوق ہیں۔ غرض حضرات عیسائی اور آریہ صاحبان اس ایک ہی اعتراض کے دام میں ہیں اور ان کے ساتھ بعض نادان مسلمان بھی لیکن مسلمانوں کے دھوکہ کھانے میں خدا کے کلام کا قصور نہیں خدا نے تو کھول کر فرما دیا کہ یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ اور یہ اسی طرح کا قصور ہے جیسا کہ وہ اب تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے آسمان پر بٹھا رہے ہیں اور خدا کے کلام قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ مدت ہوئی کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو چکے ہیں اور گذشتہ روحوں میں داخل ہو گئے مگر یہ لوگ کتاب اللہ کے برخلاف ان کی آمد ثانی کا انتظار کر رہے ہیں پھر ہم اصل کلام کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ دوسرا پہلو تناسخ کے بطلان کا یہ ہے کہ وہ حقیقی پاکیزگی کے

برخلاف ہے کیونکہ جب ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسی کی ماں فوت ہو جاتی ہے اور کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی پوتی تو پھر اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ اس عقیدہ کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کر لیں جہاں نکاح کرنا ویدکی رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچہ کے ساتھ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جس میں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلی جون میں فلاں شخص کا بچہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے مگر پرمیشر نے ایسا نہ کیا گویا ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا پھر ماسوا اس کے ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ اس قدر جونوں کے چکر میں ڈالنے سے فائدہ کیا ہے اور جب کہ تمام مدار نجات اور مکتی کا گیان یعنے معرفت الٰہی پر ہے تو یوں چاہیئے تھا کہ ہر ایک بچہ جو دوبارہ جنم لیتا پہلا ذخیرہ اس کے گیان اور معرفت کا ضائع نہ ہوتا لیکن ظاہر ہے کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے خالی کا خالی دنیا میں آجاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول خرچ انسان کی طرح تمام پہلا اندوختہ برباد کر کے مفلس نادار کی طرح مُنہ دکھاتا ہے اور گو ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو ایک ورق بھی وید کا یاد نہیں رہتا۔ پس اس صورت میں جونوں کے چکر کے رو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو ہزار مصیبت سے ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ کبھی محفوظ رہیگا اور نہ نجات ہوگی۔ اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رو سے نجات ہی ایک محدود میعاد تھی پھر اُس پر یہ مصیبت کہ سرمایۂ نجات کا یعنے گیان جمع ہونے نہیں پاتا یہ بدقسمتی رو جونکی نہیں تو اور کیا +

دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کے مخالف آریہ صاحبوں کے عقاید میں داخل ہے وہ نیوگ کا مسئلہ ہے میں اس مسئلہ کو وید مقدس کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اس خیال سے میرا دل کانپتا ہے کہ کہیں اس قسم کی باتوں کو وید کی طرف منسوب کروں جہاں تک میرا علم اور کانشنس ہے میں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کریگی کہ ایک شخص اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض بچہ لینے کی خاطر سے دوسرے سے ہم بستر کراوے

حالانکہ اُس بیوی کا تعلق زوجہ ہونے کا اپنے شوہر سے قایم ہے اور وہ اس کی بیوی کہلاتی ہے اور نہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود آمادہ ہو حالانکہ اس کا خاوند زندہ موجود ہے انسان تو انسان ہے یہ غیرت تو بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے۔ میں اس جگہ کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا سراسر ادب اور منت سے آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا پہلے سے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام سے بہت متنزل ہے پھر اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی ایسی باتیں بھی رواج پا گئیں تو معلوم نہیں کہ اس مُلک کا کیا انجام ہوگا۔ ساتھ ہی میں ایک اور عرض کے لئے جرأت کرتا ہوں کہ گو آریہ صاحبوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہے اور اسلام کے عقاید سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر برائے خدا پردہ کی رسم کو بکلی الوداع نہ کہدیں کہ اسمیں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہونگی یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امارہ کے ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے ایسے قابو ہیں کہ اُس کے جوشوں کے وقت کچھ بھی خدا تعالےٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں آتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں۔ کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود ان کی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دیجائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ درحقیقت پاک دل ہو جائینگے اور ان کی اماّرگی جاتی رہیگی اور شیطانی روح نکل جائیگی اور اُن کی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جائیگا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قایم ہو جائیگی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لینگے اور خداترسی کا ایک پاک چولا پہن لینگے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہونگے گویا وہ مرد نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہونگی کہ نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں۔ یا ایسا بدخیال دل میں لاسکیں۔ مگر اے پیارو خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے۔

ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہئے تھی کیونکہ کل جُگ ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شراب خواری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالے کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اُٹھ گئی ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔

اے دوستو! اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالے سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اُس کا باقی ہے بہت خطرناک دن ہیں معلوم نہیں کہ آئندہ مئی تک کون زندہ ہوگا اور کون مرجائیگا اور کس گھر پر بلا آئیگی اور کس کو بچایا جائیگا۔ پس اُٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دیجاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کرلو اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنے طاعون کے زور کا دن جس کی نبیوں نے خبر دی ہے۔ تم خدا سے صلح کرلو وہ نہایت درجہ کریم ہے ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں آمین

حصّہ دوم تقریر

ای معزز سامعین اب میں اپنے ایک دعوے کی نسبت جو میں نے اس ملک میں شایع کیا ہے آپ کی خدمت میں کچھ بیان کروں گا۔ یہ بات عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گناہ کی تاریکی غالب ہو جاتی ہے اور زمین پر ہر ایک قسم کی بدی اور بدکاری پھیل جاتی ... اور روحانیت کم ہو جاتی ہے اور گناہوں سے زمین ناپاک ہو کر اور خدا تعالی کی محبت ٹھنڈی ہو کر ایک زہریلی ہوا چلنے لگتی ہے تو اس وقت رحمت الٰہی تقاضا فرماتی ہے کہ زمین کو دوبارہ زندہ کرے جس طرح جسمانی موسموں کو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ خزاں کا ہوتا ہے کہ اس میں درختوں کے پھولوں اور پھلوں اور پتوں پر بلا آتی ہے۔ اور درخت ایسے بدنما ہو جاتے ہیں جیسے کوئی مرض دق سے نہایت درجہ دبلا ہو جاتا ہے اور اس میں خون کا نشان نہیں رہتا اور چہرہ پر مردہ پن کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں یا جیسے کسی جذامی کا جذام انتہا درجہ تک پہونچ کر اعضا گرنے لگ جاتے ہیں پھر دوسرا زمانہ درختوں پر وہ آتا ہے جسکو موسم بہار کہتے ہیں اس موسم میں درختوں کی صورتیں ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتی ہیں اور پھل اور پھول اور خوشنما اور سرسبز پتے ظاہر ہو جاتے ہیں یہی حالت نوع انسان کی ہے کہ تاریکی اور روشنی نوبت بہ نوبت ان پر وارد ہوتی رہتی ہے کسی صدی میں وہ خزاں کے موسم کیطرح انسانی کمال کے حسن سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت آسمان سے ان پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ انکے دلوں میں موسم بہار پیدا ہونے لگتی ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی دونوں موسم انسانوں کے لازم حال رہے ہیں یہ زمانہ بھی جسمیں ہم ہیں بہار کی ابتدا کا زمانہ ہے پنجاب پر خزاں کا زمانہ اسوقت زور میں تھا جسوقت اس ملک پر خالصہ قوم حکمراں تھی کیونکہ علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت بہت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی گم ہو گئی تھیں کہ شاید کسی بڑے خاندان

میں دستیاب ہو سکتی ہونگی بعد اس کے گورنمنٹ انگریزی کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت پر امن ہے
اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کے دلوں کو امن عامہ اور آسائش کے لحاظ
سے انگریزی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور خلاف واقعہ ہوگا
یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے۔ اور آنے والی برکتیں اسکی
ابتدائی بہار سے ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی منہ رکھتا
ہے بعض مُنہ تو حقیقی خدا شناسی اور راستبازی کے برخلاف ہونے کی
وجہ سے خوفناک ہیں۔ اور بعض مُنہ بہت بابرکت اور راستبازی کے
مُؤیّد ہیں۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ انگریزی حکومت نے انواع و
اقسام کے علوم کو اس ملک میں بہت ترقّی دی ہے۔ اور کتابوں کے چھاپنے
اور شائع کرنے کے لئے ایسے سہل اور آسان طریق نکل آئے ہیں۔ کہ زمانہ گذشتہ
میں ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اور جو ہزارہا مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے
وہ بھی ظاہر ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں علمی رنگ میں زمانہ ایسا بدل گیا
کہ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کالعدم
ہوتی گئیں۔ اور اندر ہی اندر دہریت کا پودہ بڑھنے لگا۔ گورنمنٹ انگریزی کے
احسان میں کچھ شک نہیں۔ اس قدر اپنی رعایا کو احسان پہنچایا اور معدلت گستری
کی اور جا بجا امن قایم کیا کہ اس کی نظیر دوسری گورنمنٹوں میں تلاش کرنا عبث ہے۔ مگر
وہ آزادی جو امن کا دائرہ پورا وسیع کرنے کے لئے رعایا کو دی گئی وہ اکثر لوگوں کو ہضم
نہیں ہو سکی اور اس کے عوض میں جو خدا اور اس گورنمنٹ کا شکر بجا لانا چاہیئے تھا
بجائے اس شکر کے اکثر دلوں میں اس قدر غفلت اور دُنیا پرستی اور دُنیا طلبی اور لاپروائی بڑھ گئی
کہ گویا یہ سمجھا گیا کہ دنیا ہی ہمارے لئے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور گویا کہ ہم پر کسی کا بھی احسان
نہیں اور نہ کسی کی حکومت ہے اور جیسا کہ دستور ہے کہ اکثر گناہ امن کی حالت میں ہی پیدا ہوتے ہیں

اسی قانون قدرت کے رو سے گناہوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی چنانچہ بباعث سخت دلی اور غفلت کے موجودہ حالت اس ملک کی نہایت خطرناک ہوگئی ہے جاہل اور شریر لوگ جو وحشیوں کی طرح ہیں وہ قابل شرم جرایم مثلاً نقب زنی اور زناکاری اور قتل ناحق وغیرہ سنگین جرایم کے ارتکاب میں مشغول ہیں اور دوسرے لوگ اپنی اپنی طبیعت اور جوش نفس کے موافق طرح طرح کے دوسرے گناہوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ شرابخانے دوسری دکانوں سے زیادہ آباد معلوم ہوتے ہیں۔ اور دوسرے فسق و فجور کے پیشے بھی دن بدن ترقی میں ہیں۔ عبادت خانے محض رسم ادا کرنے کے لئے ٹھیر گئے ہیں۔ غرض زمین پر گناہوں کا ایک سخت خطرناک جوش ہے اور اکثر لوگوں کے نفسانی شہوات بوجہ پورے امن اور کامل آسائش کے اس قدر جوش میں آ گئے ہیں۔ کہ جیسے جب ایک پُرزور دریا کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ایک رات میں ہی ارد گرد کے تمام دیہات کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایک نہایت درجہ پر تاریکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور ایسا وقت آ گیا ہے۔ کہ یا تو خدا دنیا میں کوئی روشنی پیدا کرے اور یا دنیا کو ہلاک کر دیوے۔ مگر ابھی اس دنیا کے ہلاک ہونے میں ایکہزار برس باقی ہے۔ اور دنیا کی زینت اور آرام اور آسائش کے لئے جو نئی نئی صنعتیں زمین پر پیدا ہوئی ہیں۔ یہ تغیر بھی صاف طور پر دلالت کر رہا ہے کہ جیسے خدا تعالےٰ نے جسمانی طور پر اصلاح فرمائی ہے وہ روحانی طور پر بھی بنی نوع کی اصلاح اور ترقی چاہتا ہے۔ کیونکہ روحانی حالت انسانوں کی جسمانی حالت سے زیادہ گر گئی ہے۔ اور ایسی خطرناک منزل پر آپہنچی ہے۔ کہ جہاں نوع انسان غضب الٰہی کا نشانہ بن سکتی ہے۔ ہر ایک گناہ کا جوش نہایت ترقی پر پایا جاتا ہے۔ اور روحانی طاقتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں۔ اور ایمانی انوار بجھ گئے ہیں۔ اور اب عقل سلیم بداہت اس بات کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ اس تاریکی کے غلبہ پر آسمان سے کوئی روشنی پیدا ہونی چاہئے کیونکہ جیسے جسمانی طور پر

زمین کی تاریکی کا دور ہونا قدیم سے اس بات سے وابستہ ہے کہ آسمانی روشنی زمین پر پڑے۔ ایسا ہی روحانی طور پر بھی یہ روشنی صرف آسمان سے ہی اُترتی اور دلوں کو منور کرتی ہے جب سے کہ خدا نے انسان کو بنایا ہے اسکا قانون قدرت یہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نوع انسان میں ایک وحدت نوعی پیدا کرنے کے لئے ان میں سے ایک شخص پر ضرورت کے وقت میں اپنی معرفت تامہ کا نور ڈالتا ہے اور اسکو اپنے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اپنی کامل محبت کا جام اس کو پلاتا ہے اور اسکو اپنی پسندیدہ راہ کی پوری بصیرت بخشتا ہے اور اس کے دل میں جوش ڈالتا ہے کہ تا وہ دوسروں کو بھی اس نور اور بصیرت اور محبت کی طرف کھینچے جو اسکو عطا کی گئی ہے اور اس طرح پر باقی لوگ اس سے تعلق پیدا کرکے اور اسی کے وجود میں شمار ہو کر اور اس کی معرفت سے حصہ لے کر گناہوں سے بچتے اور تقویٰ طہارت میں ترقی کرتے ہیں اسی قانون قدیم کے لحاظ سے خدا نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت یہ خبر دی ہے کہ جب آدم کے وقت سے چھ ہزار برس قریب الاختتام ہو جائینگے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل جائیگی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے لگے گا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو جائیگی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی اسباب کے آدم کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکے گا اور وہ مسیح بھی کہلائیگا۔ کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے اس کی روح پر اپنی ذاتی محبت کا عطر ملے گا اور وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے نفظوں میں خدا کی کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے مقابل پر کھڑا کیا جائیگا اور شیطانی لشکر اور مسیح میں یہ آخری جنگ ہوگا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام تدبیروں کے ساتھ اس دن اِس روحانی جنگ کے لئے تیار ہو کر آئیگا ؎

اور دنیا میں شر اور خیر میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اُس دن ہوگی کیونکہ اُسدن شیطان کے مکاید اور شیطانی علوم انتہا تک پہونچ جائینگے اور جن تمام طریقوں سے شیطان گمراہ کرسکتا ہے وہ تمام طریق اُس دن مہیا ہو جائینگے ۔ تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے ۔ خدا کے مسیح کو فتح ہوگی اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائینگی اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلتی جائے گی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے بعد اِس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا سو وہ مسیح میں ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے اِس جگہ بعض فرقے جو شیطان کے وجود سے منکر ہیں وہ تعجب کرینگے کہ شیطان کیا چیز ہے پس اِن کو یاد رہے کہ انسان کے دل کے ساتھ دو کششیں ہر وقت نوبت بہ نوبت لگی رہتی ہیں ایک کشش خیر کی اور ایک کشش شر کی پس جو خیر کی کشش ہے شریعت اسلام اُس کو فرشتہ کیطرف منسوب کرتی ہے اور جو شر کی کشش ہے اس کو شیطان کی طرف منسوب کرتی ہے اور مدعا صرف اسقدر ہے کہ انسانی سرشت میں دو کششیں موجود ہیں کبھی انسان نیکی کی طرف جھکتا ہے اور کبھی بدی کیطرف ۔ میرے خیال میں ہے کہ اس جلسہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہونگے جو میرے اِس بیان کو کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ رکھتا ہوں انکار کی نظر سے دیکھیں گے اور تحقیر کی بھری ہوئی نگاہ سے میری طرف نظر کرینگے ۔ لیکن میں انھیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ ابتدا سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ پہلے خدا کے ماموروں اور رسولوں کو دل آزار باتیں سننی پڑتی ہیں ۔ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے ابتدائی زمانہ میں ۔ وہ نبی اور رسول اور صاحب کتاب اور صاحب شریعت جس کی امت سے کہلانے کا ہم سب کو فخر ہے اور جس کی شریعت پر سب شریعتوں کا خاتمہ ہے اس کی سوانح کیطرف نگاہ کرو ۔ کہ کس طرح تیرہ برس تک مکہ میں تنہائی اور غربت اور بیکسی کے عالم میں منکروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں اور کیونکر تحقیر اور ہنسی اور ٹھٹھے

۲ اور جو دو کششیں ہیں ۔ ۳ ایک خیر کی شریعت اسلام شیطان کی طرف منسوب کرتی ہے

کا نشانہ بنے رہے اور آخر مکہ سے بڑے ظلم اور تعدّی سے نکالے گئے کسکو خبر تھی
کہ آخر وہ کروڑھا انسانوں کا امام اور پیشوا بنایا جاوے گا۔ سو یہی سنت الہی ہے
کہ خدا کے منتخب لوگ اول اول حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے
ہیں کہ ابتدا میں خدا کے فرستادوں کی شناخت کر سکتے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ جاہل
لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھاویں اور طرح طرح کی باتیں اُن کے حق میں کہی
جاویں اور ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاوے اور گالیاں دی جاویں جب تک کہ وہ وقت
آوے کہ اُنکے قبول کرنے کے لئے خدا دلونکو کھولدے ۔ یہ تو میرا دعوے ہے کہ جو
میںنے بیان کیا لیکن وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ
خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اُسکو دور کر کے
محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں
کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی
ہیں انکو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے
اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے
ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت بیان
کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش
سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں اور
اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہوگا
جو آسمان اور زمین کا خدا ہے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے
میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دلکو یہ جوش بخشا ہے
کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف
اُس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لئے مستعد ہوں

میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کرکے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰ ؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب اُن کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزارہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسّیاں انھوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑہی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت آلہی اِن میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دیکھ سچی اور کامل توحید کے اُس دار الامان میں داخل کر دے گی جسکے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے یہ امید میرے محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے اِس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے "تاجلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنادے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آرہی کہ یہ تمام متفرق قومیں کسیدن ایک قوم بننے والی ہے چنانچہ حضرات مسیحی یہ خیالات شائع کر رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا کا یہی مذہب ہو جائے گا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کر کے مان لینگے اور یہودی جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اِن کو بھی ان دنوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ان کا ایک خاص مسیح جو ان کو تمام زمین کا وارث بنا دے گا انہی دنوں میں آنے والا ہے ایسا ہی اسلام کی پیشگوئیاں بھی جو ایک مسیح کا وعدہ دیتی ہیں ان کے وعدہ کا دن بھی ہجرت کی چودہویں صدی تک ہی ختم ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کا بھی خیال ہے کہ ایسا زمانہ

قریب ہے کہ جب تمام زمین پر اسلام پھیل جائے گا اور بعض سناتن دھرم کے پنڈتوں سے میں نے سنا ہے کہ وہ بھی اپنے ایک اوتار کے ظاہر ہونے کا زمانہ اسی زمانہ کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری اوتار ہے جس سے تمام زمین میں دھرم پھیل جائیگا اور آریہ صاحبان اگرچہ کسی پیشگوئی کے قابل تو نہیں تاہم اس ہوا کی تاثیر سے جو چل رہی ہے وہ بھی ہمت اور کوشش کر رہے ہیں کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں انہی کا مذہب پھیل جائے اور عجیب تر یہ کہ بدھ مذہب والوں میں بھی نئے سرے سے جوش پیدا ہوگیا ہے اور زیادہ تر ہنسی کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے چوہڑے یعنے بھنگی بھی اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح وہ دوسری قوموں کی زد اور دست برد سے بچیں اور ان کو بھی کم سے کم اپنے مذہب کی حفاظت کی ایک طاقت حاصل ہو جائے غرض اس زمانہ میں ایک ایسی ہوا چل پڑی ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کی ترقی کا بڑے جوش سے خواہاں ہے اور چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کا نام و نشان نہ رہے جو کچھ ہوں وہی ہوں اور جس طرح سمندر کے تلاطم کے وقت ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اسی طرح مختلف مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں بہر حال ان تحریکوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جسمیں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے

کہ مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دے اور ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کر کے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطم امواج کا زمانہ ہے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعا اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا کر یہ معنے ہیں کہ جس زمانہ میں دُنیا کے مذاہب کا بہت شور اُٹھے گا اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑیگا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہینگے تب آسمان و زمین کا خدا اس تلاطم امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دُنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کریگا اور اس میں اُن سب کو جمع کریگا۔ جو استعداد اور مناسبت رکھتے ہیں۔ تب وہ سمجھینگے کہ مذہب کیا چیز ہے اور ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی جائیگی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام پلایا جائیگا۔ اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دُنیا کا منقطع نہ ہو۔ جب تک کہ یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دُنیا میں شائع کی ہے پُوری نہ ہو جائے۔ اور خُدا نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائینگی۔ صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ کہ اُس زمانہ میں دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکلینگی۔ اور ایک یہ کہ زمین کی پوشیدہ کانیں یعنے معدنیں بہت سی نکل آوینگی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائینگے۔ اور ایک یہ کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائینگے جن کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کی طرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ اُن دنوں میں

ایک ایسی سواری پیدا ہو جائیگی کہ اونٹوں کو بیکار کر دیگی اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائینگے اور ایک دوسرے کو باسانی خبریں پہونچا سکینگے اور ایک یہ کہ ان دنوں میں آسمان پر ایک ہی مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا اور ایک یہ کہ اس کے بعد زمین پر سخت طاعون پھیلے گی یہاں تک کوئی شہر اور کوئی گاؤں خالی نہ رہیگا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو اور دنیا میں بہت موت پڑے گی اور دنیا ویران ہو جائیگی بعض بستیاں تو بالکل تباہ ہو جائینگی اور ان کا نام و نشان نہ رہے گا اور بعض بستیاں ایک حد تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچا یا جائیگا یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہونگے۔ اسلئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اس کے فرستادہ کے لئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاح خلق کے لئے آیا رد کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا یہ سب علامتیں اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں پوری ہو گئیں عقلمند کے لئے یہ صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کے لئے ظاہر ہو چکی ہیں یہ تمام علامتیں جو مسیح موعود کے زمانہ کے بارہ میں ہیں اگرچہ حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن اس جگہ میں نے صرف قرآن شریف کو پیش کیا ہے اور ایک اور علامت قرآن شریف نے مسیح موعود کے زمانہ کے لئے قرار دی ہے کہ ایک جگہ فرماتا ہے ان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون یعنے ایک دن خدا کا ایسا ہے جیسا تمہارا ہزار برس ہے پس چونکہ دن سات ہیں اس لئے اس آیتہ میں دنیا کی عمر سات ہزار برس قرار دی گئی ہے لیکن یہ عمر اس آدم کے زمانہ سے ہے جس کی ہم اولاد ہیں خدا کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ کون تھے اور کس قسم کے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے اسی وجہ

ہے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کے لئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے تا
ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح
سے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں، چونکہ
خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار
سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے۔ افسوس کہ حضرات
عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا
کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کے لئے معطل اور بیکار تھا اور
ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کریگا
مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگر چاہے تو
کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اسنے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو
پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اسکے دنیا میں آنیکے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ
کی عمر کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن یاد رہے کہ
قانون الٰہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک امت کیلئے سات ہزار برس کا دور ہوتا ہے اسی دور کی طرف اشارہ کرنے کے
لئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے اور اسمیں سے
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچہزار برس کے قریب گذر چکا تھا یا بتبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں
میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے جیسا کہ سورۃ والعصر میں یعنے اسکے حروف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف
میں اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورۃ نازل ہوئی تب آدم کے زمانہ پر اسیقدر
مدت گذر چکی تھی جو سورۃ موصوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے
اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں قرآن شریف میں بلکہ
اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئیگا
اور مسیح کے نام سے پکارا جائیگا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن

کے آخر میں پیدا ہوا - یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنے والے کے لئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رُو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا* اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے کھلنے اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے جو قرون ثلثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں اس تقسیم کو تمام انبیا نے بیان کیا ہے کسی نے اجمال کے طور پر اور کسی نے مفصل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیا اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور دُنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور تواتر کی نہیں ہو گی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔ تاہم ایسے لوگ بھی اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی منکر ہیں بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس پیشگوئی کو ثابت کرو۔ مگر افسوس کہ اگر وہ قرآن شریف کو سوچتے یا اس میں غور کرتے تو انہیں اقرار کرنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی قرآن شریف میں نہایت صراحت سے موجود ہے اور اس قدر صراحت سے موجود ہے کہ دانا کے لئے اس سے بڑھ کر تفصیل کی حاجت نہیں

* زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا

سورہ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کے ابن مریم کہلائیں گے
کیونکہ اول مریم سے ان کو تشبیہ دے کر پھر مریم کی طرح نفخ روح ان میں بیان
کیا گیا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول وہ مریمی وجود لے کر اور اس سے ترقی کر کے
پھر ابن مریم بن جائینگے جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں اول
میرا نام مریم رکھا اور فرمایا یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنے اے مریم تو اور
تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ اور پھر فرمایا یا مریم نفخت فیک من
روح الصدق یعنے اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی۔ (گویا
استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہو گئی) اور پھر آخر میں فرمایا یا عیسیٰ انی
متوفیک ورافعک الی یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا
پس اس جگہ مریمی مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اسطرح پر ابن مریم
ٹھیرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورہ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔ ایسا ہی سورہ نور میں بیان کیا
گیا ہے کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے پیدا ہونگے اور قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے
کہ اس امت پر دو زمانے بہت خوفناک آئینگے ایک وہ زمانہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو دجالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیح کے عہد میں
آنیوالا تھا جس سے پناہ مانگنے کیلئے اس آیۃ میں اشارہ ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
اور اسی زمانہ کیلئے یہ پیشگوئی سورہ نور میں موجود ہے ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اس آیۃ کے
معنے پہلی آیۃ کے ساتھ ملا کر یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک
زلزلہ آئیگا اور خوف پیدا ہو جائیگا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہو جائے۔ تب خدا تعالیٰ
دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر متمکن کر دیگا اور خوف کے بعد امن بخش دیگا جیسا کہ دوسری
آیۃ میں فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ
یعنے خدا وہ خدا ہے جسنے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرے یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے

اور پھر یہ آیت کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ۔ یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے ۔ اور قرآن شریف کی رو سے مسیح موعود کے زمانہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مشابہت ہے عقلمندوں کے لئے جو تدبر کرتے ہیں یہ ثبوت قرآنی تسلی بخش ہے ۔ اور اگر کسی نادان کی نظر میں یہ کافی نہیں ہیں تو پھر اُسکو اقرار کرنا چاہئے کہ تورات میں نہ حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے نہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی پیش خبری ہے ۔ کیونکہ وہ الفاظ بھی محض مجمل ہیں ۔ اور اسی وجہ سے یہودیوں کو ٹھوکر لگی اور قبول نہ کیا ۔ مثلاً اگر صاف لفظوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی کی جاتی کہ مکہ میں پیدا ہونگے اور آپ کا اسم مبارک محمدؐ ہوگا ۔ اور آپکے باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہوگا ۔ اور آپ بنی اسماعیل کے خاندان میں سے ہونگے ۔ اور مدینہ میں ہجرت کرینگے ۔ اور موسےٰ سے اتنی مدت بعد پیدا ہونگے ۔ تو ان نشانوں کے ساتھ کوئی یہودی انکار نہیں کرسکتا تھا اور حضرت مسیح کی پیشگوئی کی نسبت تو اور بھی مشکلات یہودیوں پر پڑیں جن سے وہ اپنے تئیں واقعی معذور خیال کرتے ہیں ۔ کیونکہ حضرت مسیح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کہ وہ مسیح ظاہر نہیں ہوگا ۔ جب تک کہ الیاس دوبارہ دُنیا میں نہ آوے ۔ مگر الیاس تو اب تک نہ آیا اور خدا کی کتاب میں یہ شرط تھی کہ وہ سچا مسیح جو خدا کی طرف سے آئیگا ضرور ہے کہ پہلے اُس سے الیاس دوبارہ دُنیا میں آجاوے ۔ حضرت مسیح کی طرف سے یہ جواب تھا کہ اس فقرے سے مراد مثیل الیاس ہے ۔ نہ کہ اصل الیاس مگر یہودی کہتے ہیں کہ یہ خدا کے کلام کی تحریف ہے ہمیں تو اصل الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ انبیا کی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں ۔ وہ ہمیشہ باریک ہوتی ہیں تا شقی اور سعید میں فرق ظاہر ہوجاوے ۔

ماسوا اس کے یہ بات ظاہر ہے کہ جو دعوے راستی پر مبنی ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک ہی قسم کا ثبوت نہیں رکھتا بلکہ اس سچے ہیرے کی طرح

جس کے ہر ایک پہلو میں چمک نمودار ہوتی ہے وہ دعوے بھی ہر ایک پہلو سے چمکتا
ہے سو میں زور سے کہتا ہوں کہ میرا **مسیح موعود** ہونے کا دعوے اسی شان کا
ہے کہ ہر ایک پہلو سے چمک رہا ہے اول اس پہلو کو دیکھو کہ میرا دعوے منجانب اللہ
ہونے کا اور نیز مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہونے کا قریباً ستائیس برس سے
ہے یعنے اُس زمانہ سے بھی بہت پہلے ہے کہ جب براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی
تھی اور پھر براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعوے اسی کتاب میں لکھ کر شایع کیا گیا
جس کو چوبیس برس کے قریب گذر چکے ہیں اب دانا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جھوٹ کا
سلسلہ اس قدر لمبا نہیں ہو سکتا اور خواہ کوئی شخص کیسا ہی کذاب ہو وہ ایسی بدذاتی
کا اس قدر دور دراز مدت تک جس میں ایک بچہ پیدا ہو کر صاحب اولاد ہو سکتا ہے طبعاً
مرتکب نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے اس کے اس بات کو کوئی عقلمند قبول نہیں کریگا کہ
ایک شخص قریباً ستائیس برس سے خدا تعالے پر افترا کرتا ہے اور ہر ایک صبح اپنی
طرف سے الہام بنا کر اور محض اپنی طرف سے پیشگویاں تراش کر کے خدا تعالے کی
طرف منسوب کرتا ہے اور ہر ایک دن یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالے نے مجھے
یہ الہام کیا ہے اور خدا تعالے کا یہ کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے حالانکہ خدا
جانتا ہے کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہے نہ اس کو کبھی الہام ہوا اور نہ خدا تعالے اُس
سے ہم کلام ہوا اور خدا اس کو ایک لعنتی انسان سمجھتا ہے مگر پھر بھی اس کی مدد کرتا ہے
اور اس کی جماعت کو ترقی دیتا ہے اور ان تمام منصوبوں اور بلاؤں سے اسے بچاتا ہے
جو دشمن اس کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر ایک اور دلیل ہے جس سے میری سچائی
روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور میرا منجانب اللہ ہونا بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے
کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا یعنے براہین احمدیہ کے زمانہ میں جب
میں ایک گوشۂ تنہائی میں اس کتاب کو تالیف کر رہا تھا اور بجز اُس خدا کے جو
عالم الغیب ہے کوئی میری حالت سے واقف نہ تھا۔ تب اس زمانہ میں خدا نے مجھ کو

کرکے چند پیشگوئیاں فرمائیں جو اسی تنہائی اور غربت کے زمانہ میں براہین احمدیہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہوگئیں اور وہ یہ ہیں۔ یا احمدی انت مرادی ومعی سِرّک سِرّی ۔ انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس ۔ انت منّی بمنزلۃٍ لا یعلمہا الخلق ینصرک اللّٰہ فی مواطن انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی ۔ وانّی جاعلک للناس اماما ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء ۔ یاتیک من کلّ فجٍ عمیق ۔ یاتون من کلّ فجٍ عمیق ۔ ولا تصعر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من الناس وقل رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین ۔ اصحاب الصُّفّۃ وما ادراک ما اصحاب الصُّفّۃ ۔ ترٰی اعینہم تفیض من الدمع ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ۔ انّی جاعلک فی الارض خلیفۃ ۔ یقولون انی لک ھذا ۔ قل اللّٰہ عجیب لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ ویقولون ان ھذا الا اختلاق قل اللّٰہ ثمّ ذرھم فی خوضھم یلعبون ۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ ۔ یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ واللّٰہ مُتِمّ نورہ ولو کرہ الکافرون ۔ یعصمک اللّٰہ ولو لم یعصمک الناس ۔ انک باعیننا سمیتک المتوکل ۔ وما کان اللّٰہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیّب ۔ شاتان تذبحان وکل من علیہا فان ۔ وعسٰی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسٰی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ ترجمہ خدا مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے ۔ تیرا بھید میرا بھید ہے تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید پس وہ وقت قریب ہے جو تیری

مدد کے لئے لوگ طیار کئے جائینگے اور تجکو لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ تو مجھ سے وہ مرتبہ اور مقام رکھتا ہے جسکو دنیا نہیں جانتی۔ خدا ہر ایک میدان میں تجھے مدد دیگا تو میری جناب میں عزت رکھتا ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ میں بہت سے لوگ تیری تابع اور پیرو کروں گا۔ اور تو ان کا امام کیا جائے گا۔ میں لوگوں کے دلوں میں الہام کروں گا تا وہ اپنے مال سے تیری مدد کریں۔ دور دراز اور عمیق راہوں سے تجھے مالی مدد یں پہنچیں گی۔ لوگ تیری خدمت میں دور دور کے راہوں سے آئینگے۔ پس تجھے لازم ہے کہ ان سے بدخلقی نہ کرے اور اُن کی کثرت اور انبوہ اور فوج در فوج آنے سے تنگ نہ جاوے۔ اور یہ دعا کیا کر کہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تجھ سے بہتر اور کوئی وارث نہیں۔ خدا اصحاب الصفہ تیرے لئے مہیا کرے گا اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا چیز اصحاب الصفہ ہیں تو دیکھے گا کہ انکے آنسو جاری ہونگے اور وہ کہینگے کہ اے ہمارے خدا ہمنے ایک آواز دینے والے کی آواز سُنی جو لوگوں کو ایمان کیطرف بلاتا ہے۔ میں تجھے زمین میں خلیفہ بناؤں گا لوگ تحقیر کی راہ سے کہتے ہیں کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے انکو کہدے کہ وہ خدا عجیب قدرتوں والا خدا ہے جو کام وہ کرتا ہے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ تونے ایسا کیوں کیا اور وہ ہر ایک قول سے مواخذہ کریگا کہ تمنے ایسا کیوں کہا اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بناوٹ ہے انکو جواب دے کہ خدا اس کاروبار کا بانی ہے۔ پھر انکو انکی لہو ولعب میں چھوڑ دے خدا وہ خدا ہے جسنے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرکے دکھاوے۔ یہ لوگ ارادہ کرینگے کہ جس نور کو خدا دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اُسکو بجھا دیں مگر خدا اس نور کو پورا کرے گا یعنے تمام مستعد دلوں تک پہونچا دیگا۔ اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ خدا انہیں انکی شرارت سے بچائیگا اگرچہ لوگ بچا نہ سکیں۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تجھے چھوڑ دے جبتک کہ وہ پاک اور پلید میں فرق کرکے نہ دکھلاوے

بدو مجمعیاں فوج یکجا ہونگی۔ اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر اس نے مرنا ہے قریب ہے کہ ایک چیز کو تم بُرا سمجھو اور وہ چیز اصل میں تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم اچھا سمجھو اور وہ چیز تمہارے لئے بُری ہو۔ اور خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ کونسی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور تم نہیں جانتے ۔

اب جاننا چاہئے۔ کہ ان الہامات میں چار عظیم الشان پیشگوئیوں کا ذکر ہے (۱) ایک یہ کہ خدا تعالےٰ نے ایسے وقت میں جبکہ میں اکیلا تھا اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا اُس زمانہ میں جس کو اب قریباً تیئیس سال گذر چکے ہیں۔ مجھے خوشخبری دیتا ہے کہ تو اکیلا نہیں رہیگا اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہوجائینگے۔ اور وہ دور دُور راہوں سے تیرے پاس آئینگے۔ اور اس قدر کثرت سے آئینگے کہ قریب ہے کہ تو اُن سے تھک جائے یا بد اخلاقی کرے مگر تو ایسا نہ کر (۲) دوسری یہ پیشگوئی ہے کہ اُن لوگوں سے بہت سی مالی مدد ملیگی۔ ان پیشگوئیوں کے بارہ میں ایک دنیا گواہ ہے۔ کہ جب یہ پیشگوئیاں براہین احمدیہ میں لکھی گئیں تب میں ایک تنہا آدمی گمنامی کی حالت میں قادیان میں جو ایک ویران گاؤں ہے پڑا تھا مگر بعد اس کے ابھی دس برس گذرنے نہیں پائے تھے کہ خدا تعالےٰ کے الہام کے موافق لوگوں کا رجوع ہوگیا۔ اور اپنے مالوں کے ذریعہ سے لوگ مدد بھی کرنے لگے یہانتک کہ اب دو لاکھ سے زیادہ ایسے انسان ہیں جو میری بیعت میں داخل ہیں۔ اور انہیں الہامات میں ایک تیسری پیشگوئی یہ ہے۔ کہ لوگ کوشش کرینگے کہ اس سلسلہ کو معدوم کردیں اور اس نور کو بجھا دیں۔ مگر وہ اس کوشش میں نامراد رہینگے۔ اب اگر کوئی شخص صریح بے ایمانی اختیار کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے ورنہ یہ تینوں پیشگوئیاں آفتاب کیطرح چمک رہی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے زمانے میں جبکہ ایک شخص گمنامی کی حالت میں پڑا ہے اور تنہا اور بیکس ہے اور کوئی ایسی علامت موجود نہیں ہے کہ وہ لاکھوں انسانوں کا سردار بنایا جائے اور نہ کوئی یہ علامت موجود ہے۔ کہ لوگ ہزار ہا روپے اسکی خدمت میں پیش کریں پھر ایسی حالت میں ایسے

شخص کی نسبت اس قدر اقبال اور نصرت آلہی کی پیشگوئی اگر صرف عقل اور اٹکل کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے تو منکر کو چاہیئے کہ نام لیکر اس کی نظیر پیش کرے بالخصوص جبکہ ان دونوں پیشگوئیوں کو اس تیسری پیشگوئی کے ساتھ ہی رکھا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بہت کوشش کرینگے کہ یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوں لیکن خدا پوری کریگا تو بالضرورت ان تینوں پیشگوئیوں کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے ماننا پڑیگا کہ یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ انسان تو یہ بھی دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ اتنی مدت تک زندہ بھی رہ سکے پھر چوتھی پیشگوئی اُن الہامات میں یہ ہے کہ اُن دنوں میں اس سلسلہ کے دو مرید شہید کئے جائینگے۔ چنانچہ شیخ عبد الرحمان امیر عبد الرحمٰن والئے کابل کے حکم سے اور مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف خاں صاحب امیر حبیب اللہ کے ذریعہ سے کابل میں شہید کیئے گئے۔

اس کے سوا اور صدہا پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقتوں پر پوری ہو گئیں چنانچہ ایکدفعہ مولوی حکیم نور الدین صاحب کو قبل از وقت خبر دیگئی کہ اُن کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور اُس کے بدن پر کئی پھوڑے ہونگے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ بیٹا پیدا ہوا اور اُس کے بدن پر پھوڑے تھے مولوی صاحب موصوف اس جلسہ میں موجود ہونگے اُن سے ہر ایک شخص حلفاً دریافت کر سکتا ہے کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں پھر سردار محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبد الرحیم نام بیمار ہوا۔ اور آثار ناامیدی ظاہر ہو گئے اور مجھے الہام کے ذریعہ خدا نے خبر دی کہ تیری شفاعت سے یہ لڑکا اچھا ہو سکتا ہے چنانچہ میں نے ایک شفیق شفیع کے رنگ میں اُس کے لئے بہت دعا کی اور وہ لڑکا اچھا ہو گیا گویا مر کر زندہ ہوا۔ پھر ایسا ہی اُن کا دوسرا لڑکا عبد اللہ خاں بیمار ہوا وہ بھی خوفناک بیماری میں پڑ کر موت تک پہنچگیا اُس کی شفا کی نسبت بھی مجھے خبر دیگئی اور وہ بھی میری دعا سے اچھا ہو گیا۔

اسی طرح اور بہت سے نشان ہیں اگر وہ سب لکھی جائیں تو ممکن نہیں کہ وہ مضمون دس دن بھی ختم ہو سکے۔ اِن نشانوں کے گواہ ایک دو نہیں بلکہ کئی لاکھ انسان گواہ ہیں۔ میں نے اِن نشانوں میں سے ڈیڑھ سو نشان اپنی کتاب نزول المسیح نام میں درج کیا ہے جو عنقریب شائع ہونیوالی ہے وہ تمام نشان کئی قسم کے ہیں بعض آسمان میں ظاہر ہوئے بعض زمین میں بعض دوستوں کے متعلق ہیں بعض دشمنوں کے متعلق جو پوری ہو چکی بعض میری ذات کے متعلق ہیں بعض میری اولاد کے متعلق اور بعض ایسے نشان بھی ہیں کہ وہ محض کسی دُشمن کے ذریعہ سے بغیر دخل میری ذات کے ظہور میں آ گئے ہیں۔ جیسا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمان میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُس کو ہلاک کر دے چنانچہ اِس دعا کے بعد صرف چند دن گذرنے پائے تھے کہ مولوی صاحب مذکور آپ فوت ہو گئے اور اپنی موت سے میرے سچا ہونے کی گواہی دی گئی اور ہزارہا ایسے لوگ ہیں۔ کہ محض خوابوں کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے میرا سچا ہونا اُن پر ظاہر کر دیا۔ غرض یہ نشان اس قدر کُھلے کُھلے ہیں کہ اگر اُن کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو انسان کو بجز ماننے کے بن نہیں پڑتا۔ اِس زمانہ کے بعض مخالف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر قرآن شریف سے یہ ثبوت ملے تو ہم مان لیں گے۔ میں اِن کے جواب میں کہتا ہوں۔ کہ قرآن شریف میں میرے مسیح ہونے کے بارے میں کافی ثبوت ہے۔ جیسا کہ میں کسی قدر لکھ بھی چکا ہوں۔ ماسوا اس کے اِس شرط کو پیش کرنا بھی صریح زبردستی اور حکومت ہے کسی شخص کے سچا ماننے کے لئے یہ ضروری نہیں تاکہ اس کی کُھلی کُھلی خبر کسی آسمانی کتاب میں موجود بھی ہے۔ اگر یہ شرط ضروری ہے۔ تو کسی نبی کے نبوت ثابت نہیں ہو گی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کے دعوے ثبوت پر سب سے پہلے زمانہ کی ضرورت دیکھی جاتی

ہے پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں ۔ پھر یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ خدا نے اُسکی تائید کی ہے یا نہیں پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ دشمنوں نے جو اعتراض اٹھائے ہیں ان اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا یا نہیں جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں تو مان لیا جائے گا کہ وہ انسان سچا ہے ورنہ نہیں اب صاف ظاہر ہے کہ زمانہ اپنی زبان حال سے فریاد کر رہا ہے کہ اس وقت اسلامی تفرقہ کے دور کرنے کے لئے اور بیرونی حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے اور دنیا میں گم شدہ روحانیت کو دوبارہ قایم کرنے کے لئے بلاشبہ ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے ۔ جو دوبارہ یقین بخشکر ایمان کی جڑھوں کو پانی دیدے اور اس طرح بدی اور گناہ سے چھوڑ کر نیکی اور راستی کیطرف رجوع دیوے ۔ سو عین ضرورت کیوقت میں میرا آنا ایسا ظاہر ہے کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ بجز سخت متعصب کے کوئی اس سے انکار کر سکے ۔ اور دوسری شرط یعنے یہ دیکھنا کہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں یہ شرط بھی میرے آنے پر پوری ہو گئی ہے کیونکہ نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونیکو ہوگا تب وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا سو قمری حساب کے رو سے چھٹا ہزار جو حضرت آدم کے ظہور کے وقت سے لیا جاتا ہے مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور شمسی حساب کے رو سے چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہے ماسوا اس کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد آئے گا جو دین کو تازہ کرے گا اور اب اس چودہویں صدی میں سے بیس سال گذر چکے ہیں اور بائیسواں گذر رہا ہے اب کیا یہ اس بات کا نشان نہیں کہ وہ مجدد آگیا ۔ اور تیسری شرط یہ تھی کہ کیا خدا نے اسکی تائید بھی کی ہے یا نہیں سو اس شرط کا مجھ میں پایا جانا بھی ظاہر ہے کیونکہ اس ملک کی ہر ایک قوم کے بعض دشمنوں نے مجھے نابود کرنا چاہا اور ناخنوں تک زور لگایا اور بہت کوششیں کیں لیکن وہ اپنی تمام کوششوں میں نامراد رہے کسی قوم کو یہ فخر نصیب نہ ہوا کہ وہ کہ سکے کہ ہم میں سے کسی نے اس شخص کے تباہ کرنے کے لئے

کسی قسم کی کوشش نہیں کی اور اُنکی کوششوں کے برخلاف خدا نے مجھے عزت دی اور ہزارہا لوگوں کو میری تابع کر دیا پس اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ کسکو معلوم نہیں کہ سب قوموں نے اپنے اپنے طور پر زور لگائے کہ تا مجھے نابود کر دیں۔ مگر میں اُنکی کوششوں سے نابود نہ ہو سکا بلکہ میں دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ دو لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہو گئی پس اگر خدا کا ایک پوشیدہ ہاتھ میرے ساتھ نہ ہوتا اور اگر میرا کاروبار محض انسانی منصوبہ ہوتا تو ان مختلف تیروں میں سے کسی تیر کا میں ضرور نشانہ بنجاتا اور کبھی کا تباہ ہوا ہوتا اور آج میری قبر کا بھی نشان نہ ہوتا کیونکہ جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اُسکے مارنے کے لئے کئی راہیں نکل آتی ہیں وجہ یہ کہ خدا خود اس کا دشمن ہوتا ہے مگر خدا نے ان لوگوں کے تمام منصوبوں سے مجھے بچا لیا جیسا کہ اُس نے چوبیس برس پہلے خبر دی تھی۔ ماسوا اِسکے کہ یہ کیسی کھلی کھلی تائید ہے کہ خدا نے میری تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کھلے لفظوں میں براہین احمدیہ میں مجھے خبر دیدی کہ میں تجھے مدد دونگا اور ایک کثیر جماعت تیرے ساتھ کر دونگا اور مزاحمت کرنے والوں کو نامراد رکھونگا پس ایک صاف دل بیکر سوچو کہ یہ کسقدر نمایاں تائید ہے اور کیسا کھلا کھلا نشان ہے کیا آسمان کے نیچے ایسی قدرت کسی انسان کو ہے یا کسی شیطان کو۔ کہ ایک گمنامی کیوقت میں ایسی خبر دے اور وہ پوری ہو جاوے اور ہزاروں دشمن اٹھیں مگر کوئی اس خبر کو روک نہ سکے پھر چوتھی یہ شرط تھی کہ مخالفوں نے جو اعتراض اٹھائے اُن اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا یا نہیں یہ شرط بھی صفائی سے طے ہو چکی کیونکہ مخالفوں کا ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہی دوبارہ دنیا میں آئینگے پس انکو جواب دیا گیا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئینگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کی زبان سے فرماتا ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ پہلی آیتوں کو ملا کر ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کو حضرت عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور ہماری پرستش کرنا اور وہ جواب دینگے کہ اے میرے خدا اگر میں نے ایسا کہا ہے تو تجھے معلوم ہوگا کیونکہ تو عالم الغیب ہے تو ہی باتیں اُنکو کہیں جو تو نے مجھے فرمائیں یعنی یہ کہ خدا کو وحدہ لاشریک اور مجھے اُسکا رسول مانو میں اُسوقت تک اُن کے حالات کا علم رکھتا تھا جب تک میں

گواہ تھا مجھے کیا خبر ہے کہ میرے بعد انھوں نے کیا کیا۔ اب ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہ جواب دینگے کہ جب تک میں زندہ تھا عیسائی لوگ بگڑے نہیں تھے اور جب میں مرگیا تو مجھے خبر نہیں کہ ان کا کیا حال ہوا پس اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قایم ہیں پھر ماسوا اس کے اس آیۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے بعد اپنی بیخبری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے خدا جب تونے مجھے وفات دیدی اس وقت سے مجھے اپنی امت کا کچھ حال معلوم نہیں پس اگر یہ بات صحیح مانی جائے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئینگے اور مہدی کے ساتھ مل کر کافروں سے لڑائیاں کریں گے تو نعوذ باللہ قران شریف کی یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے اور یا یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور اس بات کو چھپائینگے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہے تھے اور مہدی کے ساتھ مل کر عیسائیوں سے لڑائیاں کی تھیں۔ پس اگر کوئی قرآن شریف پر ایمان لانے والا ہو تو فقط اس ایک ہی آیت سے تمام وہ منصوبہ باطل ثابت ہوتا ہے جسمیں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مہدی خونی پیدا ہوگا اور عیسےٰ اسکی مدد کے لئے آسمان سے آئے گا بلاشبہ وہ شخص قران شریف کو چھوڑتا ہے جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ پھر جب ہمارے مخالف ایک بات میں مغلوب ہو جاتے ہیں تو آخر کار یہ کہتے ہیں کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسے آتھم کی پیشگوئی میں کہتا ہوں کہ اب آتھم کہاں ہے اس پیشگوئی کا تو ماحصل یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی وفات پاجائیگا سو آتھم وفات پاگیا اور میں ابتک زندہ ہوں اور وہ پیشگوئی شرطی تھی یعنے میعاد اس کے شرط سے وابستہ تھی پس جس حالت میں آتھم پیشگوئی کو سنکر ڈرتا رہا تو اس نے اس شرط کو پورا کردیا۔ اسلئے پندرہ مہینہ اور مہلت اسکو دیگئی افسوس کہ ایسے اعتراض کرنے والے اس بات کو نہیں سوچتے کہ جو یونس نبی نے پیشگوئی کی تھی

اسکے ساتھ تو کوئی شرط نہ تھی جیسا کہ یونس نبی کی کتاب میں لکھا ہے تاہم وہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ وعید کی پیشگوئیاں یعنی وہ پیشگوئیاں جنمیں کسی پر عذاب نازل ہونے کا وعدہ ہو وہ خدا کے نزدیک ہمیشہ توبہ کی شرط سے یا صدقہ خیرات کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں یا خوف کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں۔ اور توبہ اور استغفار اور صدقہ خیرات اور خدا تعالےٰ سے ڈرنے کے ساتھ ان پیشگوئیوں میں تاخیر ہو سکتی ہے یا بالکل ٹل سکتی ہیں۔ ورنہ یونس نبی نبی نہیں ٹھیرتا۔ کیونکہ اُس کی قطعی پیشگوئی خطا گئی۔ خدا کے عذاب کے ارادے جو کسی مجرم کی نسبت ہوتے ہیں۔ صدقات خیرات دعا سے بھی ٹل سکتے ہیں اور مجرد خوف سے بھی ٹل سکتے ہیں۔ پس جو پیشگوئی عذاب پر مشتمل ہو اُس کا ماحصل صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے کسی شخص کی نسبت عذاب دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ جس ارادہ کو کسی نبی پر اس نے ظاہر بھی کر دیا ہے پس کیا وجہ کہ وہ ارادہ اُس حالت میں تو صدقہ خیرات اور دعا سے ٹل سکتا ہے۔ کہ جب کسی نبی پر ظاہر نہ کیا گیا لیکن جب ظاہر کیا گیا ہو تو پھر ٹل نہیں سکتا۔ یہ خیال سراسر بیوقوفی ہے اور اُسمیں تمام انبیاء کی مخالفت ہے یا سوا اس کے بعض پیشگوئیاں مجمل بھی ہوتی ہیں اور بعض متشابہ ہوتی ہیں جو بعد میں اُن کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض وقت کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں ایک نبی کا اجتہاد بھی خطا ہو سکتا ہے جس سے کچھ ضرر نہیں۔ نبی کے ساتھ بھی بشریت ہے۔ حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارہ ۱۲ حواری بہشت میں بارہ تختوں پر بیٹھینگے۔ مگر یہ بات صحیح نہ ہوئی۔ بلکہ ایک حواری مرتد ہو کر جہنم کے لائق ہو گیا۔ اور آپنے فرمایا تھا کہ ابھی اِس زمانہ کے لوگ زندہ ہونگے کہ میں دوبارہ آ جاؤنگا۔ یہ بات بھی صحیح نہ نکلی اور کئی اور پیشگوئیاں حضرت عیسے علیہ السلام کی باعث اجتہادی غلطی کے پوری نہیں ہو سکیں۔ غرض یہ اجتہادی غلطیاں تھیں۔ اور میری پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صبر اور صدق سے سننے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر کئے گئے ہیں پس سخت کمینگی ہے کہ ہزاروں پیشگوئیوں سے جو پوری ہو چکیں کچھ فائدہ نہ اٹھایا جائے

میرے پاس رہے تو کوئی نشان دیکھ لیگا۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اس قدر طالب حق کیلئے بس ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

حاشیہ مجھ سے ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی نام نے آج ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ایک خط کے دریافت کیا ہے
کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔ وجدھا تغرب فی عین حمئۃ۔ پس واضح ہو کہ آیت قرآنی بہت سے اسرار
اپنے اندر رکھتی ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ظاہر کے نیچے ایک باطن بھی ہے لیکن وہ معنے جو خدا نے
میرے پر ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ یہ آیت مع اپنے سابق اور لاحق کے مسیح موعود کے لئے ایک پیشگوئی ہے اور
اس کے وقت ظہور کو مشخص کرتی ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح موعود بھی ذوالقرنین ہے۔ کیونکہ
قرن عربی زبان میں صدی کو کہتے ہیں۔ اور آیت قرآنی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وعدہ کا
مسیح جو کسی وقت ظاہر ہو گا اسکی پیدائش اور اس کا ظاہر ہونا دو صدیوں پر مشتمل ہو گا۔ چنانچہ میرا وجود اسی طرح
پر ہے۔ میرے وجود نے مشہور و معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہیں خواہ مسیحی خواہ بکرماجیتی اس طور پر اپنا
ظہور کیا ہے۔ کہ ہر جگہ دو صدیوں پر مشتمل ہے صرف کسی ایک صدی تک میری پیدائش اور ظہور ختم نہیں
ہوئے۔ غرض جہانتک مجھے علم ہے میری پیدائش اور میرا ظہور ہر ایک مذہب کی صدی میں صرف ایک صدی
پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دو صدیوں میں اپنا قدم رکھتا ہے۔ پس ان معنوں سے میں ذوالقرنین ہوں چنانچہ بعض
احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے۔ اُن حدیثوں میں بھی ذوالقرنین کے یہی معنے ہیں جو میں نے
بیان کئے ہیں۔ اب باقی آیت کے معنے پیشگوئی کے لحاظ سے یہ ہیں۔ کہ دُنیا میں دو قومیں بڑی ہیں جن کو
مسیح موعود کی بشارت دیگئی ہے۔ اور مسیحی دعوت کے لئے پہلے انہیں کا حق ٹھہرایا گیا ہے سو خدا تعالے
ایک استعارے کے رنگ میں اس جگہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے اپنی سیر میں دو قوموں کو پائیگا۔
ایک قوم کو دیکھیگا کہ وہ تاریکی میں ایک ایسے بدبودار چشمے پر بیٹھی ہے کہ جس کا پانی پینے کے لائق نہیں اور اس میں
سخت بدبودار کیچڑ ہے اور اس قدر ہے کہ اب اسکو پانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ عیسائی قوم ہے جو تاریکی میں ہے
جنہوں نے مسیحی چشمہ کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملا دیا ہے دوسری سیر میں مسیح موعود نے جو ذوالقرنین
ہے ان لوگونکو دیکھا جو آفتاب کی جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ اور ان میں کوئی
اوٹ نہیں۔ اور آفتاب سے اُنہوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی۔ اور صرف یہ حصہ ملا ہے۔ کہ اُس سے بدن اُنکے
جل رہے ہیں۔ اور اوپر کی جلد سیاہ ہو گئی ہے۔ اس قوم سے مُراد مسلمان ہیں جو آفتاب کے سامنے تو ہیں مگر بجز

جلنے کے اور کچھ ان کو فائدہ نہیں ہُوا یعنے ان کو توحید کا آفتاب دیا گیا مگر بجز جلنے کے آفتاب سے انہوں نے
کوئی حقیقی روشنی حاصل نہیں کی یعنی دینداری کی سچی خوبصورتی اور سچے اخلاق وہ کھو بیٹھے اور تعصب اور
کینہ اور اشتعال طبع اور درندگی کے چلن انکے حصّہ میں آگئے ٭ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس پیرایہ میں فرماتا
ہے کہ ایسے وقت میں مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے آئیگا جبکہ عیسائی تاریکی میں ہونگے اور اُن کے حصہ میں صرف
ایک بدبودار کیچڑ ہوگا جسکو عربی میں حمأ کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ صرف خشک توحید ہوگی۔ جو تعصب
اور درندگی کی دھوپ سے جلے ہونگے اور کوئی روحانیت صاف نہیں ہوگی۔ اور پھر مسیح جو ذوالقرنین ہے ایک
تیسری قوم کو پائیگے جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دیندار ہونگے اور اُنکی طبیعتیں
سعادتمند ہونگی۔ اور وہ ذوالقرنین سے جو مسیح موعود ہے مدد طلب کرینگے تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے
بچ جائیں۔ اور تا وہ اُن کے لئے سدِّ روشن بنا دیگا یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں انکو تعلیم دیگا
یاجوج ماجوج کے حملوں کو قطعی طور پر روک دیگا۔ اور ان کے آنسو پونچھیگا اور ہر ایک طور سے اُنکی مدد کریگا۔ اور اُنکے
ساتھ ہوگا۔ یہ ان لوگوں کیطرف اشارہ ہے جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اور اسمیں صریح
طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دیگئی ہے۔ پس مبارک وہ جو ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے۔
قرآن شریف کی یہ سنّت ہے کہ اس قسم کی پیشگوئیاں بھی کیا کرتا ہے کہ ذکر کسی اور کا ہوتا ہے۔ اور اصل منشاء آیندہ زمانہ کیلئے
ایک پیشگوئی ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں بھی اسی قسم کی پیشگوئی کیگئی ہے یعنی بظاہر تو ایک قصہ بیان کیا گیا ہے مگر اسمیں
مخفی پیشگوئی ہے کہ جسطرح یوسف کو اول بھائیوں نے حقارت کی نظر سے دیکھا آخر وہی یوسف اُنکا سردار بنایا گیا۔ اس جگہ
بھی قریش کے لئے ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ان لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رد کر کے مکہ سے نکالدیا۔ مگر وہی جو
رد کیا گیا تھا اُن کا پیشوا اور سردار اور بنایا گیا ٭ بڑا تعجب کا مقام ہے کہ اسقدر بار بار مسیح موعود یعنی اس عاجز کی
نسبت قرآن شریف میں پیشگوئیاں بیان کیگئی ہیں مگر پھر بعض ایسے لوگ جو اپنے اندر بصیرت کی روح نہیں رکھتے کہا
ہیں کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ لوگ اُن عیسائیوں کی طرح ہیں جو اب تک کہتے ہیں۔ کہ ہمارے
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بائیبل میں کوئی پیشگوئی نہیں ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا — خیرہ ام از چشم بندی خدا
این کمان از تیرہا پرساختہ — صید نزدیک است دور انداختہ

راقم میرزا غلام احمد قادیانی